چھپ نہیں سکتی کسی سے ان کی تاریخ سیاہ
ظلمتوں کے ہیں نقیب نفس پرست باطن سیاہ
انگریز کے ایجنٹ کون؟
مرتبہ
سید محمد عاقل ہمدانی قادری

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انگریز کے ایجنٹ کون؟

مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سید محمد عاقل ہمدانی قادری

کمپیوٹر رائز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً

مطبوعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غیر مطبوعہ

تاریخ ابتداء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتوار 15 شوال المکرم1428ھ/28اکتوبر2007ء

تاریخ اختتام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہفتہ 4ذوالحجہ1428ھ/15دسمبر2007ء

نظر ثانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔17جمادی الاخری1439ھ/6مارچ2018ء

ای میل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔aaqilh866@gmail.com

فہرس

انتساب
یہ کتاب جنگ آزادی کے اُن حقیقی شہداء کے نام
موسوم کرتا ہوں جنہوں نے انگریزوں سے جہاد
کرکے جام شہادت نوش کیا اور بہ زبان حال یہ
پیغام دے گئے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیڈر
صد سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ اللہ عزوجل اُن
حضرات کی قبروں کو تاقیامت اپنے حبیب کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلووں سے منور فرمائے۔
آمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرض حال

تاریخ لکھنے والوں نے قلم کی حرمت کا خون اپنے عقیدے میں ڈوب کر یوں کیا کہ جو لوگ انگریز مخالف تھے اُن کو انگریز کا حامی قرار دے کر تاریخ کے صفحہ قرطاس پر جھوٹ کا پلندہ کھڑا کر کے عوام الناس کو بہکانے کا ڈرامار چایا۔ اور جو حقیقت میں انگریز کے حامی وقت تھے اُن کو انگریز کا مخالف بتا کر تاریخ سے بُری طرح کھلواڑ کرنے کا فریضہ انجام دے کر اپنے روسیاہ چہروں پر چونا پھیرنے کی ناکام کوشش کی۔ مگر زمانہ شاہد ہے کہ تاریخ لکھتے وقت جتنا چاہے جھوٹ کو گڈ مڈ کر دیا جائے بہر حال ایک نہ ایک دن سچ سامنے آجاتا ہے۔ کیونکہ تاریخ نے آج تک کسی کو معاف نہیں کیا۔

ستم ظریفی دیکھئے کہ اسکولوں کے نصاب میں ایسے حضرات کو ہیرو بنا کر پیش کیا جارہا ہے جو ہندونوازی اور انگریز دوستی کا مرقع تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کہ ہم خیال لوگ پاکستان کی بساط سیاست کا حصہ رہے اور ہیں اور اسکولوں کے نصاب کی تیاری میں پیش پیش ہیں۔ جبکہ جنگ آزادی کے اصل ہیروز کا نام تک نہیں لیا جاتا اور اُن شہید وفا حضرات کے کارناموں کو گمنامی کے اندھیروں میں دھکیلا جارہا ہے۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

علماء پرستی کی بدترین مثال اس واقع سے جھلکتی نظر آئے گی۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔

"ایک بڑے میان[1] کا واقعہ ہے جو مولانا (اسماعیل دہلوی) کے مخالف تھے اُن سے اُن کے پوتے نے دریافت کیا کہ کہاں جارہے ہو کہنے لگے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب کا وعظ سننے جارہون[2] کہا کہ تم تو کہتے ہو کہ وہ لوگوں کو گالیاں دیا کرتے ہیں وہ بڑے میان کہنے لگے کہ یہ ٹھیک[3] ہے مگر بھائی اُن کی تو گالیون[4] میں بھی مزا آتا ہے"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، ج10 ص249)

(1) میاں (2) جارہاہوں (3) ٹھیک (4) گالیوں

دیکھ لیجئے کیسے کیسے فسانے گھڑ کے اپنے علماء پرستی کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ ایک طرف مخالفت بھی ہے اور دوسری طرف اُن صاحب کو اسماعیل دہلوی کی گالیوں میں مزا بھی آتا ہے۔ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنے مسلک کے خلاف لوگوں کی ہرزہ سرائی سنے اور پھر مجمع میں بیٹھا رہے تاکہ مزید گالیوں سے لطف اندوز ہو سکے اور بڑے مزے سے ڈھیٹ بنا سنتا رہے ایسے فسانے تراش کر درحقیقت اپنے علماء کی بڑائی بتانا مقصود ہے ۔ من پسند افسانے گھڑ کے ان حضرات عوام کے دلوں میں خوف بٹھا دیا کہ ایسے جبہ و دستار والے کیسے مسلمانوں کے دشمن ہو سکتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ ان حضرات نے اپنے جبہ و دستار کی بدولت ہی عوام الناس کو دھوکا میں ڈال رکھا ہے۔سادہ دل مسلمان کیا جانیں کہ شراب کی بوتل پر شربت کا لیبل لگانے سے شراب کی بوتل شربت میں تبدیل نہیں ہو جاتی گندگی بہرحال گندگی ہی ہوتی ہے چاہے گندگی پر کتنا ہی عطر چھڑک لیا جائے مگر اندر بدبو ہی باقی رہتی ہے۔ ان حضرات نے اپنی علماء پرستی میں ان عبارات کی

انگریز کے ایجنٹ کون؟

لایعنی تاویلات کر کے اپنے روسیاہ چہروں پر سفیدی ملنے کی نام کام کوشش کی ہے۔ مگر اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ بہر حال حقیقت ایک نہ ایک دن کھل جاتی ہے اس لئے کہ :۔

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

آج ملک عزیز پاکستان میں جس جماعت نے دہشت گردی کا بازار گرم کیا اور بے گناہ مسلمانوں کو اپنی درندگی کی بھینٹ چڑھایا جن کو پاک فوج نے اپنے عزم مصمم کے ساتھ ان کی بیخ کنی کی اور عزیز وطن کو ان کے وجود سے پاک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کو طالبان کا نام دیا جاتا ہے در حقیقت ان کے ڈانڈے سید احمد بریلوی بالاکوٹی اور اسماعیل دہلوی بالاکوٹی سے جا ملتے ہیں۔

ہم نے اپنی مرتب کی ہوئی مختصر کتاب ''انگریز کے ایجنٹ کون؟'' میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے۔ کہ اصل میں انگریز کے ایجنٹ کون لوگ ہیں۔ اور انگریزی دور میں بھرپور فائدہ کس طبقہ نے اُٹھایا ہے تاکہ حقیقت اپنے صحیح خدوخال کے ساتھ عیاں ہو جائیں۔ اور ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ زیادہ تر کتاب کے حوالے ہم نے اصل کتاب میں دیکھ کر درج کئے ہیں۔ اور جہاں کہیں کسی کتب کے حوالے سے کوئی واقعہ درج کیا ہے تو اُس کتاب کا بھی حوالہ دے دیا۔ ضمنی طور پر انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے ساتھ جو محبت اور یارانہ تھا وہ چند واقعات بھی درج کئے گئے ہیں۔ مکمل تفصیل کے لئے ایک الگ کتاب درکار ہے جس کی ہم ان شآء اللہ کوشش میں ہیں۔ بہر کیف ہم اپنی اس مختصر کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے یہ تو آپ کو کتاب پڑھ کر اندازہ ہو جائے

گا۔ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ حقیقت کو منظر عام پر لایا جائے اور مصنوعی پارسائی کا لبادہ اوڑھنے والوں کو عوام کی عدالت میں لایا جائے تاکہ جبہ و دستار کے بھیس میں کوئی سادہ دل انسان پرفریب جال میں نہ پھنس سکے۔

نیاز مند

ابوالعادل سید محمد عاقل ہمدانی قادری

راہزن خضر کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

وہابیت ودیوبندیت ومودودیت وغیرہ شاخوں کے نزدیک سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی امام کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کو امام و پیشوا اور مجدد مانتے ہیں اور ان کی تعریف وتوصیف کے بیان میں ان کی کتابیں شاہد ہیں۔ان حضرات کے مورخ زمانے کو دیکھتے ہوئے ہوئے اور زمانے کے رخ کو دیکھتے ہوئے اپنی پسند کی تاریخ گھڑتے ہیں اگر انگریز کی سلطنت میں ہوں تو جنگ آزادی کے ہیرو سے لڑنا بھڑنا اور انگریزی حکومت کو خوش کرنا اور جب علماء و مشائخ کی کوششوں سے پاکستان وجود میں آگیا تو اُنہیں انگریز کے حامیوں کو انگریز کا دشمن بنا کر پیش کرنا ان کے مورخوں کا رنامہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے مورخ اب یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کر رہے ہیں کہ یہ ان حضرات نے انگریزوں سے جہاد کیا جبکہ ان کے سابقہ تاریخ نویسوں نے سکھوں سے جہاد کا لکھا ہے۔ ہر جگہ تضاد بیانی ہے۔ہر ایک نے اپنی حیثیت کے مطابق تاریخ بیان کرنے کی کوشش کی تو دوسرا اس تاریخ کو چھپانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ بہر حال ہم ان کی کتب سے ان ہی کی بدنما تاریخ کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مگر پہلے ان کی چند کتابیوں کی تصدیق پیش کی جاتی ہے جن کے ہم حوالہ جات پیش کریں گے۔

کتابوں کی تصدیق

حیات طیبہ مصنف مرزا حیرت دہلوی

مولوی منظور احمد نعمانی الفرقان کے شہید نمبر میں لکھتے ہیں۔

”دوسری کتاب مرزا حیرت مرحوم کی حیات طیبہ ہے جو شاہ اسماعیل کی نہایت مبسوط سوانح عمری ہے“۔

(الفرقان شہید نمبر 1255ھ، صفحہ 51 بحوالہ زیروزبر، صفحہ 218)

حیات طیبہ مولانا اسماعیل۔۔۔ کی مکمل سوانح عمری مع مختصر سوانح امیر المسلمین سید احمد رائے بریلوی مولانا صاحب کے حسب و نسب اور زندگی بھر کے کارہائے نمایاں درج ہیں۔ توحید و سنت کی اشاعت میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر ہے۔ آخر میں سکھوں کے ساتھ مذہبی جہاد اور لڑائیوں کا حال اور ان کی کیفیت درج ہے۔ مردہ قلوب کو حرکت میں لانا چاہتے ہو مطالعہ فرمائیں۔

(اہلحدیث امرتسر، صفحہ 20،29 مارچ 1940ء بحوالہ حاشیہ وہابی مذہب، صفحہ 341)

تذکرۃ الرشید مصنف مولانا عاشق الٰہی میرٹھی

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

”تذکرۃ الرشید جسے مولانا عاشق الٰہی نے مرتب فرما کر جماعت دیوبند کے ذمہ دار بزرگوں کی خدمت میں پیش کی، اور کافی تنقیح و تحقیق کے بعد یہ کتاب شائع ہوئی“۔

(سوانح قاسمی، جلد 2 صفحہ 99)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

''مستند سوانح عمری تذکرۃ الرشید''

(سوانح قاسمی، جلد2 صفحہ 91☆سوانحی قاسمی، حصہ دوم، جلد2 صفحہ 91)

''اور حضرت گنگوہی کی سوانح عمری تذکرۃ الرشید جسے مولٰنا عاشق الٰہی نے مرتب فرما کر جماعت دیوبند کے ذمہ دار بزرگوں کی خدمت میں پیش کی، اور کافی تنقیح و تحقیق کے بعد یہ کتاب شائع ہوئی''۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد2 صفحہ 99)

عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں۔

میرے کانوں میں مولانا غلام رسول مہرؔ کے بار بار کہے ہوئے یہ الفاظ گونج رہے ہیں کہ ''تذکرۃ الرشید'' بہت عمدہ کتاب ہے۔اس کو پڑھ کر بڑا دل خوش ہوتا ہے۔ میں نے سالک صاحب (عبدالمجید سالکؔ) اور اپنے کئی دوسرے احباب کو یہ کتاب پڑھائی ہے اس کتاب کو پڑھ کر مولینا رشید احمد گنگوہی کی عظمت دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔

(حاشیہ بیس بڑے مسلمان، صفحہ 192)

انگریز

کے

نمک خوار

دامن جو ہے ہاتھ میں پکڑا تھا یہ قاتل
کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

انگریزی حکومت کا انعام

محمد سرور صاحب لکھتے ہیں۔

"وہاں "سرحد میں" پہنچ کر مجھے (عبیداللہ سندھی کو) معلوم ہوا کہ وہ جماعت جو "مجاہدین" کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ کس بری حالت میں۔ اور اس کی گزر بسر اور اس کی زندگی کس طرح صاحبزادہ عبدالقیوم کی وساطت سے انگریزی حکومت کی رہن منت ہے"۔

(ملفوظات عبیداللہ سندھی، صفحہ 392، بحوالہ منزل کی تلاش، صفحہ 46)

فرقہ اہل حدیث گورنمنٹ کا غلام

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

"گورنمنٹ خود جانتی ہے کہ اس کی سلطنت کی برکتوں کو فرقہ اہل حدیث نے کس قدر تسلیم کر لیا ہے اور اس کے کیسے فرماں بردار مطیع اس گروہ کے لوگ ہیں ان پر کیا ہندوستان کے کل مسلمان اپنی گورنمنٹ کا ساتھ دیتے ہیں اور کبھی ان کاروائیوں میں شریک نہیں ہوتے جو گورنمنٹ کے خلاف سمجھی جاتی ہیں"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 310)

گورنمنٹ سے سروکار نہیں

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

"جب مہیب تحریک پھیلی تو ضلع کے حکام اس سے چوکنے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت میں تو رخنہ نہ پڑے گا اور موجودہ اس میں تو کسی قسم کا خلل آ کے واقع نہ ہو گا اس نظر سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا وہاں سے صاف جواب آ گیا، ان سے ہر گز مزاحمت نہ کرو ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں اور حقیقت میں بات بھی یہی تھی۔ بھلا مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلش سے کیوں سروکار ہونے لگا تھا جہاں وہ اپنے دین کے ارکان بخوبی ادا کر سکتے تھے اور کرتے تھے انہیں تو لبریشن (یعنے مذہبی آزادی) بخوبی حاصل تھی وہ صرف دشمنِ دین و ایمان سکھوں سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے، اور ان کا ارادہ صرف سکھوں ہی سے اپنے مظلوم بھائیوں کا انتقام لینا تھا جن کے قابل رحم مظام کا بیان ہم مولانا شہید کی سوانح عمری میں بیان کر چکے ہیں"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 430)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں۔

"اِن (سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی) کو فضل رسول بدایونی نے وہابی اور سرکار کا دشمن بتلایا، حالانکہ وہ کلکتہ تک گئے تھے اور ہزاروں مسلمان فوج انگریزی کے ان کے مرید ہوئے تھے، مگر انہوں نے کبھی یہ ارادہ (جہاد) ساتھ سرکار انگریزی کے ظاہر نہیں کیا اور نہ سرکار نے ان سے کچھ تعرض فرمایا، حالانکہ خاص کلکتہ سے سات سو

آدمی اپنے ہمراہ لے کر حج کو گئے اور مدت دراز تک ہزاروں مریدوں کو ہمراہ لے کر ہندوستان کے شہروں میں وعظ و نصیحت کرتے پھرے"۔

(ترجمان وہابیہ، صفحہ 45، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 339)

سر سید احمد خاں لکھتے ہیں۔

"جب صاحب کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ ان کا ارادہ گورنمنٹ انگریز کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے"۔

(مقالات سرسید، جلد 9 صفحہ 142، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 343)

جہاد نہیں فساد

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں۔

"اسی طرح زمانۂ غدر میں جو لوگ سرکارِ انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی، وہ جہاد نہ تھا، فساد تھا"۔

(ترجمان وہابیہ، صفحہ 54، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 407)

انگریزوں کی عنایتیں

سبط الحسن ضیغم لکھتے ہیں۔

"تحریک مجاہدین کا قیام پنجاب کی سکھ حکومت کے خاتمے کے لیے عمل میں لایا گیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے ارباب بست وکشاد بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ اس تحریک

سے ان کے دو مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ وادئ گنگ و جمن کی مسلم اشرافیہ کے ذہین نوجوان ترکِ وطن کر کے ان کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ پنجابی (سکھ) حکومت کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں، جس سے دونوں قوتیں کمزور ہو رہی ہیں"۔۔۔۔مزید لکھتے ہیں۔

اسی بناء پر کمپنی کے زیر تسلط علاقوں میں سید احمد اور شاہ اسمٰعیل کو کئی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ انہیں نہ صرف ہر جگہ عوام سے خطاب کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ بلکہ ان کی تحریک کے لیے چندے کی فراہمی میں بھی انگریزوں نے تعاون کیا۔ یہاں تک کہ ان مقامی ساہوکاروں پر انگلیسی عدالتوں میں مقدمہ چلانے کی اجازت بھی دے دی جو اس روپے کو مجاہدین تک پہنچانے میں کوتاہی برتتے تھے جو انہیں اس مقصد کے لیے دیا جاتا۔ علاوہ ازیں تیل کے کارخانوں اور دوسرے کاروباری اداروں کے مقامی مزدوروں کے جہاد میں حصہ لینے کے لیے مختلف مراعات عطا کی گئیں۔

(ماہنامہ المعارف لاہور، فروری 1983ء صفحہ 61، بحوالہ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 341)

غدر اور فساد

ضربِ خیال سے کہاں ٹوٹ سکیں گی بیڑیاں
جوش و جنوں کے ساتھ صداقت بھی چاہیے

جاننا چاہیے کہ اس طبقہ غدار نے جنگ آزادی 1857ء کو ہمیشہ غدر اور فساد کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جبکہ علماء اہلسنت وجماعت نے اس کو جنگ آزادی سے تعبیر کیا ہے۔ اور جہاد فتویٰ دینے والے علامہ فضل خیر آبادی علیہ الرحمہ کو جہاد کا فتویٰ دینے کی پاداش میں انگریزوں نے جزیرہ انڈیمان کالا پانی کی سزادی جہاں آپ علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوا۔ چند مختصر حوالے دیئے جاتے ہیں جن میں ان حضرات نے جنگ آزادی کو "غدر" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"اس طبقہ نے ہمیشہ 1857ء کی جنگ آزادی کو "غدر" کے نام سے موسوم کیا۔ ملاحظہ کیجئے"۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1 صفحہ 271،318،397،420،531،533)

اس کے علاوہ سوانح قاسمی جلد دوم میں بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

"غدر کے بعد ہمارے قومی راہنماؤں کے جو حلقے بنے ہیں۔ ان کے مرکز تین تھے۔ علی گڑھ، دیوبند اور ندوہ"۔

(موج کوثر، صفحہ 351)

مکتبہ دیوبند سے تعلق رکھنے والے عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

”جس (جنگ آزادی کے جہاد) کو انگریز کے منحوس دور میں نمک خوارانِ برطانیہ غدر 1857ء کے ساتھ تعبیر کرتے رہے ہیں“۔

(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 120)

”وہ لوگ اگرچہ ہمارے بزرگ یا قرابتی ہوں، بے وقوف اور نادان تھے جنہوں نے 57ء کے غدر کو برپا کیا تھا، اصل بات یہ ہے کہ وہ ہماری طرح اس سلطنت کے فوائد سے واقف نہ تھے“۔

(اشاعۃ السنتہ، جلد 10 شمارہ اول، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 341)

اس کے علاوہ ان کتب میں بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

امدادالمشتاق، صفحہ 31، 183 ☆اکابر علماء دیوبند، صفحہ 26 ☆آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، صفحہ 38، 63، 85 ☆حیات طیبہ، صفحہ 106 ☆موج کوثر، صفحہ 206 ☆ ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 2 صفحہ 295-296 ☆ ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 5 صفحہ 31 ☆ ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 6 صفحہ 129، 175 ☆ ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 7 صفحہ 77

1857ء کی جنگ آزادی جہاد نہ تھا

غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

”علمائے کرام (دیوبند) کے نزدیک یہ ہنگامہ (جنگ آزادی) نہ جہاد تھا اور نہ اسے وہ نتیجہ خیز قرار دیتے سکتے تھے۔ وہ صحیح اصول و ضوابط کے مطابق انگریزوں سے لڑ کر اُنھیں نکالنا چاہتے تھے۔ یہ غرض نہ تھی کے بے وجہ قتل و غارت کا طوفان اٹھاویں“۔

(1857ء کے مجاہد، صفحہ 244)

سید احمد بریلوی

کتاب ماضی کے اوراق الٹ کر تو دیکھ
نجانے کونسا صفحہ مڑا ہوا نکلے

انگریز کی خواہش

سوانح احمدی کے مصنف مولوی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔۔۔ مگر سرکار انگریز اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو"۔

(سوانح احمدی، صفحہ 129، بحوالہ ننگ دین ننگ وطن، صفحہ 70)

حقیقت کا اعتراف

مولوی محمد منظور نعمانی کہتے ہیں۔

"مشہور یہ ہے کہ آپ (سید صاحب اینڈ کمپنی) نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں اُن کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی"۔

(ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، شہید نمبر، 1355ھ، صفحہ 76، بحوالہ برطانوی مظالم کی کہانی، صفحہ 696)

اہل حدیث مولوی عبدالرحیم صادق پوری لکھتے ہیں۔

"سید احمد صاحب کی برابر روش یہ رہی ہے کہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے مقابل آمادہ جہاد کرتے اور دوسری جانب حکومتِ برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلے سے روکتے تھے"۔

(الدر المنثور، صفحہ 252، بحوالہ حقائق بالا کوٹ، صفحہ 69)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

مذکورہ بالا گواہی سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اگر گورنمنٹ انگلشیہ سید صاحب کے خلاف ہوتی تو سید کو سکھوں کے خلاف کچھ بھی مدد نہ ملتی۔ بلکہ یہ انگریزوں کی خواہش تھی کہ سید احمد صاحب سکھوں سے جنگ جاری رکھیں تاکہ سکھوں کا زور کم ہو جائے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ سید احمد صاحب کا جہاد انگریزوں سے نہیں تھا بلکہ سکھوں کے ساتھ تھا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان حضرات کی اکثر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ ہی رہیں ہیں۔ یقین نہ آئے تو جماعت دیوبند کے حکیم الامت کی سنئے۔

سید احمد کا پہلا جہاد

مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں۔

"سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد حاکم یاغستان سے کیا تھا"۔

(ارواح ثلثہ یعنی حکایات اولیاء، صفحہ 128)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد حاکم یاغستان کے ساتھ کیا تھا۔ کیا یار محمد خان کسی انگریز یا سکھ کا نام تھا جس سے جہاد کیا جا رہا تھا۔ ظاہر ہے یار محمد خان ایک مسلمان کا نام تھا اور مسلمان سے لڑنے کو فخریہ طور پر جہاد کے نام سے موسوم کیا جا رہا ہے۔

اور لیجئے دوسری گواہی پیش کرتے ہیں۔ تذکرۃ الرشید کے مصنف مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی بھی لکھتے ہیں۔

"مولوی عبدالحٰہ صاحب لکھنوی مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے سید صاحب نے پہلا جہاد مسمّٰی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا"۔

(تذکرۃ الرشید، جلد 2 صفحہ 270)

انگریزوں سے جہاد جہاد کی رٹ لگانے والے ذرا ان دونوں حوالوں کو غور سے دیکھیں اور سوچیں کہ کیا کسی تاریخ میں اپنی قوم سے لڑنے کو والوں کو جہاد سے تعبیر کیا یا قتال سے۔اگر انگریز حکومت میں مسلمان کہنے والے مسلمانوں سے لڑیں گے تو ہاتھ کس کے مضبوط ہوں گے ؟یقیناً انگریزی حکومت کے ہاتھ مضبوط ہوں گے اور یہ سب ڈراما انگریزی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے رچایا گیا۔اس بدنامی کا داغ دھونے کے لئے دوسرے مؤرخ لکھتے ہیں۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔

"سب سے پہلا معرکہ 21 دسمبر 1826ء کو نوشہرہ سے ساتھ آٹھ میل کے فاصلے پر بمقام اکوڑہ ہوا۔اس میں مجاہدین کامیاب رہے اور بدھ سنگھ کو پیچھے ہٹنا پڑا"۔

(موج کوثر، صفحہ 25)

مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے تو یہ لکھا ہے کہ پہلا جہاد انہوں نے یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا اور جناب شیخ محمد اکرام کہتے ہیں کہ انہوں نے بدھ سنگھ سے کیا۔اب آپ خود اندازہ لگائیے کہ یہ لوگ تاریخ سے کس طرح کھلواڑ کر رہے ہیں۔

سیکولر اسٹیٹ کا خواب

اب مولوی حسین احمد ٹانڈوی ثم مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کی سنئے لکھتے ہیں۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

"اُس زمانہ میں مغربی پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی جو کہ انگریزوں کے حلیف تھے اور آپس میں (انگریزوں اور راجہ رنجیت سنگھ میں) زوردار معاہدے کئے ہوئے تھے۔ مگر حقیقت میں سکھوں سے لڑنے کا مقصد اصلی ان بدیشوں (انگریز) اور اُن کے معاونین سے لڑ کر ملک کو اس مصیبت سے بچانا تھا اور رعایا پر سے اُن کے وحشیانہ مظالم کو اٹھا دینا اور بس۔ حضرت سید احمد صاحب بریلوی شہید۔۔۔جو کہ اس تحریک کے سردار اور بانی ہیں اُن کے خط میں جو کہ وزیر گوالیار کے نام مدد طلب کرنے لئے لکھا گیا تھا۔۔۔۔۔کہ ہمارا مقصد ہندوستان کو اس بدیسی قوم (انگریز) کے مظالم سے پاک کرنا ہے اس کے بعد ہندو اور مسلمان مل کر بادشاہت کے لئے جس کو مناسب سمجھیں منتخب کریں"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 411)

یہی ٹانڈوی صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے۔ اس بناء پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت کی اور اُس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کردینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی۔ اس سے آپ کو غرض نہیں ہے جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو ہوں یا مسلمان"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 419)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

یہ صاحب فرما رہے کہ سید صاحب انگریزوں کو اس ملک سے نکالنا چاہتے تھے اور سکھوں سے لڑنے کا مقصد انگریزوں کو اس ملک سے نکالنا تھا۔ وارے حقیقت کا منہ چڑانے والوں۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو اوپر دیئے گئے حوالوں کا جو کہ تمہاری ہی جماعت کے چوٹی کے لوگوں کا بیان ہے کیا ہوگا؟ کیا تمہاری علماء جھوٹ بیانی سے کام لیتے ہیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں۔

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری جو حضرت سید صاحب کے نہایت مستند سوانح نگار ہیں لکھتے ہیں۔

"کہ ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں سید صاحب نے صاف صاف فرمایا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام پر ظلم کرتے اور اذان وغیرہ مذہبی فرائض ادا کرنے میں مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آجائیں گے تو ہم کو اُن سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ (سوانح احمد صفحہ 70)

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 418)

ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں۔

"جہاد سے آپ (سید صاحب) کا مقصد خود اپنی حکومت قائم کرنا ہرگز نہیں تھا بلکہ دین رب العالمین کی خدمت تھا۔ ہندوؤں سے اختلافِ مذہب کی بناء پر آپ کو پرکاش تو کیا ہوتی آپ کمپنی کے ہاتھوں مظلومیت و پامالی میں ہندو اور مسلمان دونوں کو یکساں

شریک جانتے تھے اور جہاد سے آپ کی غرض دونوں کو ہی اجنبی اقتدار کی مصیبت سے نجات دلانا تھا۔ کامیاب ہونے کے بعد ہندوستان میں ملکی حکومت کا نقشہ کیا ہوگا اسکا فیصلہ آپ طالبین مناصبِ ریاست وسیاست پر چھوڑتے ہیں۔ مگر ہندوؤں کو یہ اطمینان ضرور دلاتے ہیں کہ وہ سید صاحب کی کوششوں کو اپنی ریاست کی بنیاد کے مستحکم ہونے کا باعث سمجھیں اور پھر سید صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکتِ جنگ کی دعوت دینا اور اپنے توپ خانہ کا افسر راجہ رامؔ راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریک حکومت بنانا چاہتے تھے"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 421-422)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سید صاحب کا مقصد اس ملک کو انگریزوں سے پاک کرنا تھا پھر بادشاہت کس کی ہوتی اس سے اُن کو غرض نہیں۔ ہندو کریں یا مسلمان۔ یہ بھی یاد رکھیئے کہ ان کے توپ خانہ کا افسر راجہ رام ایک ہندو تھا۔ سوچنے کی بات ہے جو انگریز سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان جیسے بہادر مسلمانوں کو شہید کراسکتی ہے وہ بھلا سید صاحب کو کیسے چھوڑ سکتی ہے۔ مگر آپ دیکھیں کہ انگریز گورنمنٹ نے سید صاحب کو کچھ نہیں کہا نہ ان کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کیں۔ نہ سید صاحب کا انگریزوں سے جہاد تھا۔ بلکہ ان کی تو زیادہ تر لڑائیاں ہی مسلمانوں کے ساتھ ہوئی ہیں۔ جو ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں پر شرک و کفر کے فتوے لگا کر دائرہ اسلام سے خارج کرنے کو اپنا اصل متمع نظر سمجھتے تھے۔ جو غیر اللہ سے امداد لینے کو شرک و کفر کہتے نہیں تھکتے مگر خود ہی گوالیار کے وزیر سے مدد مانگتے ہیں تو اس موقع پر اِن کو خدا یاد نہیں آتا۔ کیا یہ کھلا ہوا تضاد نہیں؟ اب جو لوگ ان کو جنگ آزادی کا ہیرو کار دیتے ہیں وہ ذرا اپنے

گریبان میں جھانک کر اور مردہ ضمیر کو جھنجھوڑیں۔ کہ یہ عبارات چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ سید صاحب کا انگریزوں سے لڑنے کا ارادہ نہیں تھا بلکہ وہ تو سکھوں سے لڑ رہے تھے۔

انگریز کا جنگی سامان مہیا کرنا

یہی ٹانڈوی صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کی یہ بہت بڑی بدقسمتی تھی کہ سید صاحب کو مسلمانانِ پنجاب کی حددرجہ پامالی وزبوں حالی کے باعث مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بالمقابل صف آرا ہونا اور آخر معرکہ بالاکوٹ میں جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ ورنہ اصل یہ ہے کہ سید صاحب کا مقصد ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط واقتدار سے نجات دلانا تھا۔ انگریز خود اسے محسوس کرتے تھے اور اس تحریک سے بڑے خوفزدہ تھے اس بنا پر جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 419)

اس عبارات سے ان کی علماء پرستی کھل جاتی ہے کہ جو ہر وقت صرف یہی رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ سید صاحب نے انگریزوں سے جہاد کیا۔ اس عبارت کو پھر غور سے دیکھیں کہ سید صاحب انگریزوں کے خیر خواہ تھے یا دشمن۔ بات بنانے کے لئے اور لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے یہ کہنا کہ انگیز ان کی تحریک سے خوفزدہ تھے تو یہ ایک بچکانہ بات ہوئی۔ ہم بتا آئے کہ جو لوگ سراج الدولہ اور شیر دل ٹیپو سلطان جیسے حکمرانوں کو شہید کر سکتے تھے تو سید صاحب ان کے سامنے کیا حیثیت رکھتے تھے۔ مگر انگریز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے بلکہ بقول ٹانڈوی صاحب کہ جنگی ضرورتوں کے

مہیا کرنے میں انگریزوں نے سید صاحب کی مدد کیا۔ کیا کوئی اپنے دشمن کو جنگی سامان فراہم کرتا ہے۔ یہ کیسی نرالی منطق ہے کہ انگریز مدد بھی کریں پھر یہ کہیں کہ سید صاحب نے انگریزوں سے جہاد کیا۔ کھلا ہوا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

ٹانڈوی پھر لکھتے ہیں۔

"بے شک سید صاحب جگہ جگہ اعلاء کلمتہ اللہ اور دین رب العالمین کی خدمت کا ذکر کرتے اور اسی کو اپنی مساعی کا محرک بتاتے ہیں لیکن آپ یہ خوب سمجھتے تھے کہ علاء کلمتہ اللہ کا ذریعہ صرف یہ ہی نہیں ہے کہ ایک فرقہ وار گورنمنٹ قائم کی جائے۔ اور خود حاکم بن کر دوسرے برادرانِ وطن کو اپنا محکوم بنایا جائے بلکہ اُس کا سب سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہے کہ برادرانِ وطن کو سیاسی اقتدار میں اپنا شریک کر کے اسلامی فضائل اخلاق سے ان کے دلوں کو فتح کیا جائے۔ اقلیت اور اکثریت کے مسئلہ کی کوئی پیچیدگی آپ کے ذہن میں نہیں تھی۔ کیونکہ آپ کے نزدیک یہ دونوں بے حقیقت چیزیں تھیں جو اپنے عمل میں سب سے زیادہ پُرجوش ، فداکار ، سرگرم اور مخلص و دیانت ہوگا۔ امامت اور لیڈرشپ اُسی کے ہاتھ میں رہے گی۔ خواہ اقلیت کے فرقہ سے تعلق رکھے یا اکثریت کے فرقہ سے"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 422)

جنگ کس سے؟

ٹانڈوی صاحب اور لکھتے ہیں۔

"سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بناء پر نہیں تھی بلکہ اس بناء پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف و مدد گار تھے۔ انگریزوں نے اُن کو ہندوستان میں اپنی حکومت کی

حفاظت کے لئے افغانستان سے راستہ میں آہنی دیوار اور رسدِ سکندری بنایا تھا اس لئے اُن کا قلع قمع کرنا لازم تھا اس کے علاوہ وہ بے پناہ مظالم بھی محرک تھے جن کا وہ انتہائی بربریت کے ساتھ ارتکاب کر رہے تھے"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 423)

بقول ٹانڈوی صاحب اگر سکھ انگریز کے حلیف تھے تو سید صاحب کو کن بنیادوں پر جنگی سامان مہیا کیا جارہا تھا۔ عجیب بات ہے کہ انگریز کی علمداری میں رہیں اور اُن کے حلیف گروپ کے سید صاحب جنگ لڑیں۔ درحقیقت ان حضرات نے میر جعفر اور میر صادق کا کردار ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ جنگیں لڑیں جن کا منہ بولتا ثبوت ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔

اب مولانا ابوالحسن ندوی کی سنئے لکھتے ہیں۔

"آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی (انگریز) لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے، اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے، ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں، وہ حکومت کریں گے"۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 418)

عجیب طرفہ تماشا دیکھئے کہ ایک کہتا ہے کہ ان لوگوں کا جہاد مسلمانوں سے تھا۔ دوسرا کہنے لگا کہ بھائی ذرا دیکھ کر بول ورنہ ہماری چوری سرِ عام پکڑی جائے گی بلکہ یہ کہو کہ ہمارا جہاد سکھوں سے تھا۔ تیسرا کہنے لگا ارے بیوقوف تم نے یہ کیا کہہ دیا کیا جگ ہنسائی کا ارادہ ہے کہ تاریخ کہے گی انگریزوں کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیا ہے اور جب یہ راز عیاں ہوگا تو ہمارے جبہ ودستار کو دیکھ کر بھی عوام ہم سے کنارا کش ہو جائے گی۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

نہیں بلکہ تم سب ایک بات کو اپنی گرہ میں باندھ لو بیشک یہ جھوٹ ہی سہی مگر اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں یہ نعرہ لگانا ہے کہ ہمارا جہاد تو انگریزوں سے تھا۔ سید صاحب کے نزدیک حکومت کس کی ہوگی ان کو پرواہ نہیں اکثریت کی ہو یا اقلیت کی بس جو پرجوش اور مخلص ہوگا لیڈر شپ اُس کے ہاتھ میں رہے گی خواہ اقلیت کے فرقہ سے تعلق رکھے یا اکثریت کے فرقہ سے۔تو پتہ چلا اِن کے نزدیک ملک میں اسلامی حکومت کا قیام کا خاکہ نہیں تھا بلکہ انگریزوں کو نکال کر حکومت کون کرتا ہے ہندو کرے یا مسلمان۔ اس سے سید صاحب کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ سکھوں سے جنگ اس لئے تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف تھے ۔اگر وہ انگریزوں کے حلیف تھے تو جب سید صاحب سکھوں سے جہاد کررہے تھے تواُن کے راستے میں انگریز کیونہ نہ مزاحم ہوئے بلکہ حد تو ہے کہ سید صاحب کی ضرورت کو پورا کرنے میں مدد کرتے رہے۔ جس پر پچھلے صفحات میں ہم بیان کرآئے ہیں۔

اب جناب غلام رسول مہر کی سنئے لکھتے ہیں۔

"اب یہ سوال سامنے آتا ہے کہ سید صاحب کس کے خلاف جہاد کی دعوت دے رہے تھے ؟آیا وہ صرف سکھوں سے لڑنا چاہتے تھے ، جیسا کہ سواسو سال سے سمجھا اور سمجھایا جارہاہے اور وہ بھی محض اس بناء پر کہ پنجاب کی سکھ حکومت مسلمانوں پر بے پناہ ظلم کر رہی تھی؟ سید صاحب کا جو دعویٰ ان مکتوبات و اعلانات کے ذریعے سے ہم تک پہنچاہے، تو وہ یہ ہے۔

جب اسلامی بلاد پر غیر مسلم مسلط ہوجائیں تو عام مسلمانوں پر عموماً اور بڑے بڑے حکمرانوں پر خصوصاً واجب ہوجاتا ہے کہ ان غیر مسلموں کے خلاف مقابلہ و مقاتلہ

کی کوششیں اس وقت تک جاری رکھیں جب تک اسلامی بلاد ان کے قبضے سے واپس نہ لے لئے جائیں، ورنہ مسلمان گنہ گار ہوں گے، ان کے اعمال بارگاہِ باری تعالیٰ میں مقبول نہ ہوں گے اور وہ خود قربِ حق کی برکتوں سے محروم رہیں گے"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 239)

مہر صاحب پھر لکھتے ہیں۔

"میں (غلام رسول مہر) جہاں تک تحقیق کر سکا ہوں، سب سے پہلے سر سید احمد خان مرحوم نے سید صاحب کے جہاد کا رُخ انگریزوں سے ہٹا کر سکھوں کی طرف پھیرا۔ ولیم ہنٹر کی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" چھپی تھی تو سر سید نے اس کی تہمت طرازیوں کے جواب میں ایک سلسلۂ مضامین "پایونیر" میں چھپوادیا تھا جو بعد میں الگ بھی چھپ گیا تھا۔ ان جوابی مضامین میں یہ بھی کہا گیا کہ سید صاحب صرف سکھوں سے لڑنا چاہتے تھے اور انگریزوں کے ساتھ جنگ سے اظہار برات کر دیا تھا۔ سر سید کا یہ بیان بہت کم لوگوں کی نظروں سے گزرا ہوگا۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری مرحوم نے اسے پھیلا کر پیش کیا"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 241)

جبکہ ہم بتا آئے کہ مولوی منظور نعمانی صاحب نے لکھا کہ سید صاحب کی سوانح عمری میں "سوانح احمد" مبسوط کتاب ہے جو کہ مولوی جعفر تھانیسری کی لکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ سید احمد صاحب کی سوانح عمری لکھنے والے اُن کے دور کے قریب تر ہیں۔ جیسے مولوی جعفر تھانیسری اور سر سید احمد خان۔ اب مہر نے یہ طریقہ ایجاد کیا انہیں کو غلط قرار دے کر خود ساختہ تاریخ کو جھوٹ کے پیندے میں رکھ کر پیش کر دی جائے تاکہ لوگوں کو مغالطہ دینے میں آسانی ہو۔

مرزا حیرت دہلوی لکھتا ہے۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

سید احمد صاحب نے سکھوں پر جہاد کرنے کے لئے روپیہ جمع کرنے کے واسطے مختلف شہروں میں خلیفہ مقرر کئے ان کا یہ کام تھا کہ در قصبہ اور گاؤں بگاؤں وعظ کہتے پھریں، اور سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے روپیہ جمع کریں۔

(حیات طیبہ، صفحہ 424)

اب تک تو سید صاحب کے متعلق ہم نے یہی بتایا کہ وہ مسلمانوں اور سکھوں سے لڑتے رہے اور انگریز سید صاحب سے مزاحم نہ ہوئے۔ اب یہاں پر یہ حقیقت روشن کرتے ہیں کہ انگریزوں کے ساتھ تو ان کی دوستی تھی کہ انگریز آ آکر ان سے ملتے ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے۔ ملاحظہ کیجئے۔ اس سے پہلے ہم واقعات بیان کریں یہاں پر سکھوں کے خلاف جہاد کا راز علامہ ارشد القادری کے قلم سے بیان کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

"تاریخ کی یہ کڑی بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ صرف سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کرنے میں کیا مصلحت تھی۔ جہاں تک میں نے سمجھا ہے۔ اس میں بھی انگریز ہی کی سازش کارفرما تھی۔ کیونکہ انگریز چاہتا تھا کہ مسلمانوں کا لڑنے والا طبقہ "اسلامی جہاد" کے نام پر پورے ملک سے اکٹھا کیا جائے اور انہیں کسی سخت مہم پر بھیج دیا جائے تاکہ مسلمانوں کی عسکری طاقت جو دارالخلافہ دہلی کے دفاع پر صرف ہوئی وہ کہیں اور ضائع ہو جائے اور انگریزوں کا دوسرا مدّعا یہ تھا کہ سید صاحب کا یہ لشکر اگر غالب آگیا تو ان کے ذریعہ پنجاب پر تسلط کا مرحلہ آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ سید صاحب انگریز ہی کے آدمی تھے۔ اس لئے ان کی فتح دوسرے لفظوں میں انگریز ہی کی فتح تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ معرکۂ بالا کوٹ کے پندرہ دن کے بعد سارا پنجاب سکھوں کے ہاتھوں سے نکل کر انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا۔ ثبوت کے لئے سوانح احمد کی یہ روایت پڑھئے۔ مصنف

انگریز کے ایجنٹ کون؟

لکھتا ہے کہ :۔ ”اور آخر کار 1845ء میں یعنی معرکۂ بالا کوٹ کے پندرہ دن بعد کل سلطنت پنجاب سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ہماری عادل سرکار کے قبضے میں آگئی“ (سوانح احمد، صفحہ 138)۔ تاریخ کے اس بنیادی سوال کا آج تک کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا گیا ہے کہ معرکۂ بالا کوٹ کا انجام کیا ہوا۔ سکھوں کے مقابلے میں اگر سید صاحب کے لشکر کو فتح حاصل ہوئی تھی تو جہانبانی کے دستور کے مطابق پنجاب پر فاتح قوم کی حکومت ہونی چاہیے تھی۔ اور اگر سکھ غالب آگئے تھے تو ان کی حکومت اور پائدار ہو جانی چاہیے تھی۔ لیکن تاریخ کا یہ عجیب و غریب حادثہ سمجھ میں نہیں آتا کہ معرکۂ بالا کوٹ کے پندرہ دن کے بعد سارا پنجاب انگریزوں کے قبضہ میں کیونکر چلا گیا۔اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ سید صاحب کی یہ ساری جنگی تیاری اور لشکر کشی نہ کسی اسلامی ریاست کے قیام کے لئے تھی اور نہ سکھوں کی ظالم حکومت کو ختم کر کے اس کی جگہ پر اپنے ہی ملک کے کسی انصاف پسند شخص کی حکومت کا قیام ان کے پیش نظر تھا۔ بلکہ انگریزوں کے ایک آلۂ کار کی حیثیت سے ان کی ساری جدو جہد کا نشانہ صرف یہ تھا کہ پنجاب میں انگریزوں کا کسی طرح تسلط ہو جائے۔اور انگریزوں کی نظر میں پنجاب کی سرزمین کی اہمیت اس لئے تھی کہ دارالخلافہ دہلی کو بچانے کے لئے باہر سے اسلامی عساکر کی وہ گذرگاہ تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پورے پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد دارالخلافہ دہلی کو وجود خطرے میں پڑ گیا اور آہستہ آہستہ انگریزوں کی ریشہ دوانیوں سے وہ سیاہ دن بھی آیا کہ لال قلعہ دہلی پر برٹش امپائر کا یونین جیک لہرانے لگا اور پھر وہاں سے سارے ملک پر انگریزوں کے تسلط کیلئے راستہ ہموار ہو گیا“۔

(زلزلہ، صفحہ 226تا228)

اب آیئے انگریز دوستی کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے۔

سید احمد کا کارنامہ

سید احمد بریلوی کے مستند سوانح نگار مولوی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

”ایک روز کا ذکر ہے کہ لشکر نواب امیر خاں مرحوم انگریزوں کے لشکر سے لڑ رہا تھا۔ دونوں طرف سے توپ اور بندوقیں چل رہی تھیں۔ اُس وقت سید صاحب اپنے خیمے میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنا گھوڑا تیار کروایا اور اُس پر سوار ہو کر مثل ہوا کے دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں انگریزی فوج کا سپہ سالار مع اپنے مصاحبوں کے کھڑا تھا۔ پس وہاں سے اُس سپہ سالار کو ساتھ لے کر پھر دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اپنے خیمے تک چلے آئے۔ یہاں آکر تھوڑی سی بات چیت کے بعد سپہ سالار مذکور نے عہد کر لیا کہ میں اِسی دم اپنے لشکر کو مقابلہ نواب امیر خاں سے واپس لے جاؤں گا اور پھر مقابلہ کو نہ آؤں گا، بلکہ جہاں تک ممکن ہوگا اپنی سرکار کو اِس بات پر مجبور کروں لگا کہ نواب امیر خاں سے صلح کر لے۔ اِس واقعہ کے بعد پھر سرکار انگریزی اور نواب امیر خاں میں جنگ نہیں بلکہ صلح کی بات چیت کے عہد میں ٹونک کا ملک نواب صاحب کو دے کر صلح کی گئی“۔

(حیات سید احمد شہید، صفحہ 17، بحوالہ برطانوی مظالم کی کہانی، صفحہ 669-670)

مولوی جعفر تھانیسری مزید لکھتے ہیں۔

”ابھی صلح کی بات چیت طے نہیں ہوئی تھی کہ سید صاحب سات برس کے قیام کے بعد پھر لشکر نواب امیر خاں سے جُدا ہو کر دوبارہ 1816ء میں دہلی تشریف لے گئے۔۔۔اپنے چلنے کے وقت آپ نے پیشین گوئی کی تھی، جس کو نواب وزیر الدولہ

مرحوم (ابن نواب امیر خاں) اپنے وصایا وزیری میں اِس طرح لکھتے ہیں کہ سید صاحب نے مولوی نذر محمد صاحب سے کہ وہ بھی اِس لشکر میں موجود تھے اپنے رخصت ہونے کے وقت فرمایا تھا کہ "اب جلد صلح ہو جائے گی اور فلاں فلاں شہر اور فلاں علاقہ سرکار انگریزی نواب صاحب کو دے دے گی اور ایک زمانہ دراز گزرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی ایک لشکر مجاہدین کا ساتھ لے کر نشانوں کے پھریرے اڑاتا ہوا نواب امیر خاں صاحب کے ملک سے گزروں گا"۔ اِس پیشین گوئی کے ذکر کرنے کے بعد نواب وزیر الدولہ مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ " موافق اِس پیشین گوئی کے جو جو شہر اور ممالک آپ نے بتلائے تھے، ٹھیک وہی سرکار انگریزی نے ہم کو دیئے اور صلح ہو گئی"۔

(حیات سید احمد شہید، صفحہ 71-72، بحوالہ برطانوی مظالم کی کہانی، صفحہ 670-671)

اب مرزا حیرت دہلوی کی سنئے، لکھتے ہیں۔

"1231ھ تک سید احمد صاحب امیر خان کی ملازمت میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرادی اور آپ ہی کے ذریعہ جو شہر بعد ازاں دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خاں کی اولاد حکمرانی کرتی ہے دینے طے پائے تھے لارڈ ہسٹینگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کار گزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا، اور اُس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان لارڈ ہسٹینگ اور سید احمد صاحب۔

سید احمد نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اُتارا تھا آپ نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لئے بڑا نہیں ہے تو تمہاری اولاد کے لئے سمّ قاتل کا اثر رکھتا ہے۔ انگریزوں کی قوت دن بدن ترقی پذیر ہے

اور تمام قومیں پے در پے تنزل کرتی جاتی ہیں۔ تمہارے بعد فوج کو کون سنبھالے گا، اور عظیم الشان لشکر انگلشیہ کے مقابل میں کون میدان جنگ میں لا کے جمائے گا۔ یہ باتیں امیر خان کی سمجھ میں آ گئی تھیں، اور اب وہ اس بات پر رضا مند تھا کہ گزارہ کے لئے کچھ ملک مجھے دے دیا جائے تو میں بآرام بیٹھوں۔

امیر خاں نے ریاستوں اور ان کے ساتھ انگریزوں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا آخر ایک بڑے مشورہ کے بعد سید احمد صاحب کی کارگزاری سے ہر ریاست میں سے کچھ کچھ حصہ دے کے امیر خان سے معاہدہ کر لیا۔ جیسے جے پور سے ٹونک دلوایا اور بھوپال سے سرونج اس طرح سے متفرق پرگنے مختلف ریاستوں سے بڑی قیل و قال کے بعد انگریزوں نے دلوا کے بپھرے ہوئے شیر کو اس حکمت سے پنجرہ میں بند کر دیا"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 420-421)

دیکھئے جس شیر سے انگریز گھبراتے تھے سید صاحب نے اُس شخص کی دوستی انگریز سے کرادی۔ کیا کوئی انگریز دشمن ایسا کام کر سکتا ہے۔آپ خود سوچیئے مزید تبصرے کی ضرورت نہیں۔

غلام رسول مہر کی سنئیے جو دور کی کوڑی لانے کے ماہر ہیں۔

"بعض حاسدوں نے انگریزوں کے پاس شکایت کی کہ سید احمد پہلے نواب امیر خاں کے لشکر میں نشان بردار تھا۔ نواب کمپنی سے مل گیا تو سید احمد نے پیری مریدی کا ڈول ڈالا اور اب انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتا ہے ۔ یہ محض بے علم ہے۔ اس شکایت پر کسی نے توجہ نہ کی"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 211)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مہر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کچھ حاسدوں نے جب انگریز کے پاس شکایت کی جب نواب کمپنی سے مل گیا ہے تو اب سید صاحب انگریزوں سے جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ مگر انگریز نے اپنے وفادار پر اعتماد کیا اور حاسدوں کی شکایت پر کوئی توجہ نہ دی۔ کیونکہ جب نواب امیر خان کی دوستی کرانے والے سید صاحب ہی ٹھہرے تو پھر وہ انگریزوں سے جہاد کیسے کرتے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

انگریز سید احمد کے خلاف نہیں تھے

مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

"سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہر گز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریز اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو"۔

(سوانح احمدی، صفحہ 139، بحوالہ حقائق تحریک بالا کوٹ، صفحہ 72)

مولوی اسماعیل دہلوی کی سوانح عمری کے مصنف مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

"یہاں ایک بات قابل نوٹ ہے اور وہ یہ ہے کہ سید احمد صاحب تقریباً سات برس تک امیر خاں کی ملازمت میں رہے۔ اس عرصہ میں آپ کو بارہا مختلف جنگوں میں جانے اور توپ و بندوق و تلوار سے کام لینے کا موقع پڑا ہوگا کہیں کسی کے ساتھ آپ نے حملہ کیا ہوگا تو کہیں سرکش گاؤں کو لوٹا کھسوٹا ہوگا۔ غرض ساری ہی باتیں جن سے

جنگ و غارت تعبیر ہو سکتی ہے ۔ عمل میں آئی ہوں گی۔ اس بنا پر ڈاکٹر ہنٹر سید احمد صاحب پر ناحق غارت گری کا الزام قائم کرتا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب انڈین مسلمان کے صفحہ 11 میں یہ تحریر کرتا ہے۔" اس نے (یعنے سید احمد صاحب نے) اپنی زندگی ایک سوار سے مشہور قزاق (یعنے امیر خان پنڈاری) کی ملازمت میں شروع کی ، اور مدت تک مالوہ کے بارآور افیم گاؤں کے گاؤں یا کاشت کو برباد کرتا رہا"۔ پھر اسی صفحہ میں آگے چل کے لکھتا ہے" ایسی حالت میں کہ جب سکھوں کے بدتر نظم و نسق نے پڑوسی مسلمانوں کو بولادیا تھا سید احمد صاحب نے قزاقی کا پیشہ چھوڑ کے عاقلانہ طور پر اپنے کو وقت کے مطابق بنایا اور 1818ء میں مذہبی علوم پڑھنے کے لئے دہلی کی مشہور و معروف ڈاکٹر (یعنے شاہ عبدالعزیز صاحب) کی خدمت میں حاضر ہوا"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 421)

مزرا حیرت دہلوی پھر لکھتے ہیں۔

دوسرے ان (ڈاکٹر ہنٹر) کی ابتدائی تحریر سے یہ بات صاف مترشح ہوتی ہے کہ وہ جس طرح سے ہوسکے گا مسلمانوں کو باغی بنانے اور گورنمنٹ کو ان کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ ختم کتاب تک انہوں نے ایسا ہی کیا ہے اُن کی 218 صفحے کی کتاب غلطیوں کے انبار سے جیسے بھری ہوئی ہے اس طرح بیجا تحکم اور غلط منطق کی ہر جگہ جھلکی پائی جاتی ہے۔ کاش اگر کچھ بھی انصاف ہوتا تو وہ مظلوم مسلمانوں کو ایسا متہم نہ کرتے۔

(حیات طیبہ، صفحہ 422)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

بقول مرزا حیرت دہلوی کہ ہنٹر صاحب نے گورنمنٹ کو سید صاحب کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ تو پتہ چلا کہ سید صاحب انگریزوں کے دشمن نہ تھے دوست تھے۔ اگر دشمن ہوتے تو مرزا حیرت دہلوی یہ نہ لکھتے کہ ہنٹر صاحب نے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے ایک دوست کو دوسرے دوست بدظن کیا جاتا ہے۔ کیا یہ انگریز دوستی کا ثبوت نہیں؟

رنجیت سنگھ کی انگریزوں سے صلح کرنا

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

"رنجیت سنگھ شیر پنجاب کی جنگی قوت کی دھاک تمام ہندوستان پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کسی سے دبتا نہ تھا۔ سرکار انگریزی کو کابل کا جب رستہ دیا ہے جب روپیہ محصول زمین کا لے لیا گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی رنجیت سنگھ کی ایک بڑی فوجی قوت تسلیم کر لی تھی، اور ساتھ ہی اس کے افغانستان پر دو تین فتوحات حاصل ہونے کے بعد اور بھی اس کا نصیبہ چمک گیا تھا، اور اس کی فوجی قوت کی دھاک بحیرہ ہند کی موجوں سے دست و گریبان ہو کے بحر ظلمت کے راستہ سے لندن تک پہنچی اور وہاں سرکار کمپنی کو پریشان کر دیا تھا۔ ایسے زبردست حکمران کے مقابل میں سید صاحب کا چند ایسے آدمیوں کا لے جانا جن کے باپ دادا نے نہ کبھی تلوار ماری، نہ انہوں نے خود بچپن سے ایسی مشق کی، نہ فنون جنگ کے ماہر، نہ سامان جنگ پاس، نہ رسد کا انتظام، نہ پشت پناہی کے لئے کوئی حکمران، محض امید موہوم پر پنجاب پر معدودے چند کے ساتھ حملہ آور ہونا، اور دلیری سے ادھر اُدھر پھرنا یہ ساری باتیں بظاہر دیکھنے والے کو چھچھورے پن اور طفلانہ اٹکھیلیوں سے زیادہ وزن کی نہ معلوم ہوں گی"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 431)

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔

"ان حالات کو دیکھ کر راجار نجیت سنگھ نے حکیم عزیزالدین اور سردار وزیر سنگھ کو سفیر مقرر کیا اور پیام صلح دے کر سید صاحب کی طرف بھیجا۔ صلح کی شرط راجار نجیت سنگھ نے یہ پیش کی کہ دریائے اباسین سے بائیں طرف کا ملک جو سید صاحب کے قبضے میں ہے، اُن کے قبضے میں رہے اور وہ دائیں طرف کا قصدنہ کریں۔ راجار نجیت سنگھ کی اس سفارت کا جواب سید صاحب نے مولوی خیر شیر کوٹی اور حاجی بہادر خاں کے ہاتھ بھیجا۔ وہ سب سے پہلے جنرل ونٹورا کی ملاقات کو گئے۔ جنرل ونٹورا نے ڈپلومیسی کا جال پھیلایا اور کہا کہ "جس وقت میرا ڈیرا حضرو میں تھا، اُس وقت ایک شخص بطورِ سفیر خلیفہ صاحب (یعنی مولٰنا سید احمد بریلوی) کی طرف سے میرے پاس آیا اور کہتا تھا کہ اگر راجا رنجیت سنگھ خلیفہ صاحب کی معرفت مالگذاری ملکِ یوسف زئی کر لیا کریں تو سرکارِ خالصہ تکلیفِ فوج کشی اور زیر باری سے رہائی پائے۔ اور اس ملک کے آدمی تاراجی اور آتش زنی سے مخلصی پائیں۔ سو یہ بات مجھ کو بہت پسند آئی"۔

(موج کوثر، صفحہ 27-28)

انگریز کی دعوت

دونوں واقعوں کو ملاحظہ کیجئے اور حقیقت کا اعتراف کیجئے۔

مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

"حضرت کے پاس ایک انگریز کی ہندوستانی بی بی آئی اور کہا کہ " آج میرے یہاں آپ کی دعوت ہے" آپ نے کہا" ہماری کشتیاں آگے جاتی ہیں" اس نے کہا کہ " دعوت قبول کرنا تو سنت ہے" آپ نے فرمایا" تمہاری دعوت قبول کرنا سنت

نہیں" اس نے کہا کہ " میری دعوت تو بڑے بڑے درویش اور مشائخ پیرزادے قبول کرتے ہیں، اور اپنی عزت و بزرگی سمجھ کر کھاتے ہیں، اور اس بات کی تمنا رکھتے ہیں، اور جو کچھ نقد روپے دیتی ہوں، وہ لیتے ہیں، آپ نے کہا" تمہارے یہاں کا کھانا اور نقد سب حرام اور ناروا ہے، اس نے کہا کہ " پھر وہ لوگ کیوں کھاتے اور لیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا" یہ مسئلہ ان کو معلوم نہ ہوگا" وہ عورت اپنے گھر چلی گئی اور انگریز سے یہ حال کہا، وہ اس مسئلے سے واقف تھا کہا" وہ پادری صاحب سچ کہتے ہیں" پھر وہ فرنگی (انگریز) آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ " ہماری بی بی صاحب آپ کی دعوت کرنے آئی تھی، آپ نے قبول نہ فرمائی، جو کچھ آپ نے اس امر میں اس سے کہا ہم نے اس کی زبانی سنا، آپ نے بجا فرمایا، لیکن اگر ہم دعوت کریں، وہ تو آپ قبول کریں گے؟" آپ نے فرمایا"کیوں نہ قبول کریں گے؟ مگر ہماری کئی کشتیاں جا چکیں اور ہم بھی تیار ہیں، دعوت نہ کھانے کا یہ عذر ہے" اس نے کہا" ابھی آندھی چلتی ہے، دیکھا چاہیئے، کب تک موقوف ہو، میں آپ کی ضیافت ضرور کروں گا"۔ آپ نے اس کا کہنا قبول فرمایا، اس دن اس کی دعوت کھائی، صبح کو بستی والوں میں سے کسی نے دعوت کی، دعوت کے بعد دوپہر کے قریب آپ سوار ہوئے، کشتیاں کھلیں"۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 280-281)

ندوی صاحب اور لکھتے ہیں۔

"جب عشاء کی نماز ہو چکی اس وقت دیدبانوں نے عرض کی کہ کچھ مشعلیں ہماری طرف آرہی ہیں اسی گفتگو کے دوران کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار مختلف قسم کے کھانے لے کر کشتی کے قریب کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ :۔ پادری صاحب

کہاں ہے؟ سید صاحب نے کشتی سے جواب دیا:۔ ''میں یہاں موجود ہوں''! انگریز فوراً گھوڑے سے اترا اور (تعظیماً) اپنی ٹوپی سر سے اتار کر کشتی میں سید صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ مزاج پرسی کے بعد عرض کیا کہ۔۔۔ میں نے اپنے نوکروں کو قافلے کی اطلاع کے لئے متعین کر رکھا تھا آج خبر ملی کہ آپ مع قافلے کے اس طرف آرہے ہیں۔۔۔ یہ خوش خبری سنکر میں نے ماحضر تیار کیا اور خدمت میں حاضر ہو گیا''۔

(سوانح احمدی، صفحہ 49، بحوالہ ننگ دین ننگ وطن، صفحہ 79-80)

ندوی صاحب مزید لکھتے ہیں۔

'' ناگہاں دور سے کچھ مشعلیں نظر آئیں لوگوں نے قیاس آرائیاں شروع کیں، کسی نے کہا ''شاید اس نواح کے لوگ بیعت کے ارادے سے آتے ہیں'' دوسرے نے کہا ''یہ عورتیں معلوم ہوتی ہیں، برسات میں ان کا دستور ہے کہ حضرت خضر کی نیاز دریا پر لاکر کرتی ہیں'' کسی نے کہا'' کسی کی شادی ہوگی، بارات جارہی ہوگی، ابھی یہ روشنی بند ہوئی جاتی ہے'' کچھ دیر کے بعد دیدبانوں نے عرض کیا کہ '' مشعلیں قریب آگئیں'' اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوال چند پالکیوں پر کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ '' پادری (سید احمد بریلوی) صاحب کہاں ہیں؟'' حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ '' میں یہاں ہوں'' انگریز گھوڑے سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لئے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ ''تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیے تھے کہ آپ کی آمد کی اطلاع کریں، آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلے کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں، یہ اطلاع پاکر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا، تیار کرانے کے بعد لایا ہوں''۔

سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے، کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹے ٹھیر کر چلا گیا"۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 277)

غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"اس مقام پر کلکتہ سے ایک تیز رفتار کشتی میں، جسے پنیس کہتے تھے، ایک صاحب آئے اور سیدھے سید صاحب سے ملے۔ نام پوچھا تو بتایا: امین الدین۔ یہ منشی امین الدین احمد تھے، جو بنگال کے اونچے گھرانے کے فرد تھے اور کلکتہ کے ممتاز امیروں میں گنے جاتے تھے۔ انگریزی کمپنی میں انھیں وکالت کا عہدہ حاصل تھا اور کمپنی کے پورے ہندوستانی علاقوں میں سے جتنے مقدمات کلکتہ کی مرکزی حکومت کے پاس پیش ہوتے تھے، سب منشی صاحب ہی کی وساطت سے پیش ہوتے تھے۔ ان کی ماہانہ تنخواہ مقرر نہ تھی لیکن حق وکالت کی رقم اتنی بن جاتی تھی کہ صاحب "مخزن احمد" کے بیان کے مطابق ہر مہینے کے اختتام پر تیس چالیس ہزار روپے کی تھیلیاں ہاتھی پر لد کر ان کے گھر پہنچتی تھیں"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 205)

مہر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"صبح کو ڈگڈگی سے روانہ ہوئے ۔ شام ہو گئی تو ملاحوں نے ایسی جگہ کشتیاں باندھیں، جہاں آس پاس کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ دریا کے کنارے کی زمین دور دور تک اس درجہ خراب تھی کہ کھانا پکانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس اثنا میں کالی گھٹا اُٹھی، تیز ہوا چلنے لگی اور قطرہ افشانی شروع ہو گئی۔ سب نے سمجھ لیا کہ رات کھائے بغیر

گزارنی ہو گی۔ اچانک دور مشعلیں نظر آئیں۔ سمجھا گیا کہ کچھ لوگ کشتیوں کی طرف آرہے ہیں۔ پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ نیل کے انگریز تاجر نے اپنے مسلمان کارکنوں کے پاس خاطر سے پلاؤ کی دیگیں پکوا کر بھیجی ہیں اور خود گھوڑے پر ساتھ آیا ہے"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 189)

مہر صاحب اور لکھتے ہیں۔

"جہان آباد سے آگے ایک مقام او جھنی میں ہوا۔ وہاں کے زمیندار شیخ لعل محمد نے دعوت کی اور سیکڑوں آدمی مرید ہوئے۔ آگے بڑھے تو راستے میں ایک انگریز کی مسلمان بیوی نے دعوت کی غرض سے روکا۔ سید صاحب نے اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انگریز خود آیا اور عرض کی کہ اس کی دعوت نہ مانیے لیکن میری دعوت قبول کر لینے میں تو تکلف نہ ہونا چاہیے۔آپ (سید صاحب) نے انگریز کی دعوت قبول کر لی"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 190)

مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

"قلعۂ الہ آباد میں جو مسلمان سپاہی مختلف خدمات پر متعین تھے، اور تین سو کی تعداد میں تھے، انھوں نے انگریز قلعے دار کی اجازت سے حضرت کو قلعے میں تشریف لانے کی زحمت دی، شہ نشین پر جو سلاطین سابق کی تخت گاہ تھی آپ کو بٹھایا اور بڑے خلوص و اعتقاد کے ساتھ بیعت کی اور قدیمی مریدین کی توجہات باطنی سے بڑے بڑے فیوض اور برکات حاصل کئے، چالیس روپے نقد ایک پستول، ایک انگریزی گرج اور ایک فرڈ ناٹ پیش کیا، دوسرے روز پورے قافلے کی پُر تکلف ضیافت کی"۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 287)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

مولانا ابوالحسن ندوی مزید لکھتے ہیں۔

"تیسرے روز سویرے، سورج نکلے، آپ دو سو آدمیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان کے محلے کی مسجد میں اترے، آپ کے وہاں آنے کا حال سن کر ہزاروں آدمی کیا ہندو، کیا مسلمان سب آکر جمع ہوگئے کہ دیکھیں تو سید صاحب کیونکر ان کو ملاتے ہیں، لوگوں کے ازدحام کی خبر پاکر وہاں کا ایک انگریزی تھانیدار اور ناظر بھی چند برقندازوں کو لے کر حاضر ہوا کہ کہیں کسی سے لڑائی بکھیڑا نہ ہونے پائے"۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 302)

حیرت میں ڈوب کا جائیے کہ سید صاحب جہاں سے گزرتے لوگوں کا مجمع ہوتا انگریز آتے، دعوتیں ہوتیں یہاں تک کہ تھانیدار بھی آجاتا ہے جبکہ بقول ان کہ سید صاحب انگریزوں سے جہاد کر رہے ہیں تو کیا ممکن تھا کہ ایسے کھلے بندوں انگریز کی عملداری میں چلتے پھرتے نظر آتے۔ جو ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں کو تختہ دار پر لٹکا دیتے تھے۔ کیا انگریز اپنے دشمن سید احمد صاحب کو یوں کھلی چھوٹ دے دیتے۔ سوچئے ضرور سوچئے اور فیصلہ کیجئے۔

انگریز حاکم کے پاس شکایت مگر!

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

"عظیم آباد پٹنے میں بعض شیعہ صاحبان نے انگریز حاکم سے جا کر کہا کہ یہ سید صاحب جو یہاں اتنے آدمیوں کے ساتھ آئے ہیں، ہم نے سنا ہے کہ ان کی نیت جہاد کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں سے جہاد کریں گے، حاکم نے اس کو تعصب اور حسد پر محمول کیا اور ان کہ تنبیہہ کی کہ آئندہ ایسی مفسدانہ بات نہ کہی جائے"۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 309-310)

غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

”بعض شیعہ حضرات نے انگریز حاکم کے پاس شکایت کی کہ سید صاحب انگریزوں کے خلاف جہاد کا ارادہ کیے بیٹھے ہیں اور ہم لوگ ازروئے خیر خواہی یہ حقیقت آپ تک پہنچاتے ہیں لیکن حاکم نے اس شکایت کو فرقہ وار رقابت کا نتیجہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا“۔

(سید احمد شہید، صفحہ 202)

مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

”کلکتے میں شراب کی دوکانوں کا یہ حال تھا کہ یک لخت شراب بکنی موقوف ہو گئی، دوکانداروں نے جا کر سرکارِ انگریزی میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلاعُذر ادا کرتے ہیں، اور دکانیں ہماری بند ہیں جب سے ایک بزرگ اپنے قافلے کے ساتھ اس شہر میں آئے ہیں، شہر اور دیہات کے تمام مسلمان ان کے مرید ہوئے اور ہر روز ہوتے جاتے ہیں، انھوں نے تمام نشہ آور چیزوں سے توبہ کی ہے، اب کوئی ہماری دکانوں کو ہو کر بھی نہیں نکلتا“۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 327)

یہود و ہنود کا دیدار کے لئے آنا

مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

”جب بڑے مدرسے کے قریب پہنچے تو دیکھا لارڈ مائرا کے گرجے تک عورت و مرد، ہندو مسلمان، یہودی و نصاریٰ اس کثرت سے آپ کے دیدار کے لئے جمع تھے کہ آدمی کا ادھر سے ادھر گزرنا بہت دشوار تھا“۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 351)

ندوی صاحب مزید کہتے ہیں۔

"دوسرے روز رات کے وقت ہندو راؤ نے دعوت کی، آپ اس کے مکان پر تشریف لے گئے اس نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور فرش پر لا بٹھایا، اتنے میں یکہ گان کی آمد شروع ہوئی، ہندو راؤ ہر ایک کی تعظیم کے لئے اٹھتا تھا، سید صاحب بھی اس کے ساتھ تعظیم میں شریک ہوتے تھے، اس نے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں، آپ کو تکلیف کی ضرورت نہیں"۔

(تاریخ دعوت عزیمت حصہ ششم، سیرت سید احمد شہید، جلد اول، صفحہ 456)

غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"غازی آباد میں قریباً دو سو آدمیوں نے استقبال کیا۔ پہلے دن صرف چار آدمیوں نے بیعت کی۔۔۔ پھر طلبگارانِ فیض کا اتنا ہجوم ہوا کہ سید صاحب کو پانچ روز تک ذرا سی دیر آرام کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ ہری رام کشمیری وہاں تحصیلدار تھا۔ وہ بھی عوام کے جوش عقیدت سے اس درجہ متاثر تھا کہ نیاز مندانہ حاضر ہوا، اور شیرینی کے علاوہ کچھ رقم بھی بطور نذر پیش کی"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 126)

مہر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"بیعت کرنے والوں میں۔۔۔ محمد تقی قصاب، جو انگریزی فوجوں میں گوشت کا بڑا ٹھیکیدار تھا۔ بعض شیرینی پارچات اور نقد کے کئی کئی خوان نذر میں پیش کیے۔ سید صاحب میرٹھ سے چلے تو اکثر اصحاب زار زار رو رہے تھے"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 126)

مہر صاحب اور لکھتے ہیں۔

"سہارن پور کے تحصیلدار دھونکل سنگھ نے بھی سید صاحب کی دعوت کی تھی"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 128)

مہر صاحب مزید اور کہتے ہیں۔

"معلوم ہوتا ہے کہ کان پور کے انگریز کی مسلمان بی بی نے اپنے داماد مرزا عبدالقدوس کو رائے بریلی بھیج کر سید صاحب کو بلوایا تھا۔۔اس کے بعد آپ (سید صاحب) گنگا عبور کر کے انگریز کی مسلمان بی بی کے مکان پر اُترے"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 159-160)

سید احمد کی انگریزوں سے جنگ نہیں تھی

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

"سید احمد صاحب نے عام طور پر دھڑا کے سے اپنے مریدوں کو ہر شہر میں یہ اجازت دے دی کہ سکھوں پر جہاد کرنے کے وعظ ہوں۔ اکثر شہروں میں وعظ ہونے شروع ہوئے کیا تو لوگوں کے دلوں میں تحریک پھیل رہی تھی، اب عام طور پر ظاہر ہونے لگی اور سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے۔ سید احمد صاحب نے مولانا (اسماعیل) شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہٰ آباد کی معرفت لیفٹنٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لیفٹنٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری

عمل داری میں امن میں خلل نہ پڑے۔ ہمیں کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں۔ یہ تمام بیّن بیّن ثبوت صاف صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں ہی کے لئے مخصوص تھا۔ سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مخاصمت نہ تھی"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 430-431)

سر سید احمد خاں کہتے ہیں۔

"اگر سید احمد شہید کی جماعت انگریز دشمن ہوتی تو یہ موقع اس جماعت کے لئے انگریزوں کے خلاف کھڑے ہونے کا بہترین تھا"۔

(مقالات سر سید حصہ شانزدہم برحاشیہ، ننگ دین ننگ وطن، صفحہ 143)

ہندو کا ہدیہ و نذرانہ

غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"پشاور میں بدھ رام نام ایک مشہور سیٹھ تھا۔ وہ سید صاحب کی خدمت میں آیا تو نقد روپے کے علاوہ انگور، انار، پستہ، بادام، ناشپاتی اور بہی کی ٹوکریاں اور تھیلے لایا۔ اس نے بھی یہی کہا پشاور کو نہ چھوڑیے۔ روپے کی ضرورت ہو تو جتنا درکار ہو، اس کا انتظام میں کر دیتا ہوں"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 652)

یہ تمام واقعات ہم نے بلا تبصرہ بیان کئے اور قاری پر چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان واقعوں کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے ایک عام قاری بھی سمجھ سکتا ہے۔

سید احمد بریلوی کی ہلاکت

اب آخر میں سید صاحب کیسے مارے گئے مولانا حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں۔

"بالآخر 1831ء میں بمقام بالا کوٹ جنگ و جہاد کرتے ہوئے ایک سرحدی مسلمان کی سازش سے معہ مولانا محمد اسماعیل صاحب و دیگر رفقاء شہید ہوگئے" ۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 436)

مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں۔

"1831ء میں بالا کوٹ کے مقام پر حضرت سید احمد شہید اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے گئے اور خود آزاد قبائل میں سے بعض لوگوں نے ہندوستانی مجاہدین کو لوٹا کھسوٹا اور قتل تک کیا"۔

(مقدمہ کابل میں سات سال، صفحہ 16، بحوالہ حقائق تحریک بالا کوٹ، صفحہ 140)

یعنی سید احمد صاحب جو بالا کوٹ میں مارے گئے وہ ایک سرحدی مسلمان کی سازش سے مارے گئے۔اور ان کے مجاہدین کو لوٹا۔ایسی کیا وجہ تھی کہ مسلمان سرحد کے مسلمان سید احمد صاحب کے دشمن ہوگئے اور نوبت سید صاحب کے قتل تک جا پہنچی ورنہ یہ حضرات تو سید صاحب سے بیعت تھے۔اور سید صاحب اِن کے پیر تھے۔کوئی خاص بات تھی جس کی وجہ سے سید صاحب کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔

مولانا اسماعیل دہلوی

اور

انگریز

ہو جاتے ہیں ناراض یہاں عقل کے اندھے

آئینہ دتیں ان کو نہ تھے میں دیار

انگریزی عملداری میں آزادانہ پھرنا

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

"ایسے ظالمانہ اور حد سے زیادہ جابرانہ سلطنت سکھ میں تو کبھی پنجاب کے مسلمانوں کو یہ خیال نہ ہوا کہ ہم اپنے کو اس بلائے بیدرماں سے نجات دیں، اور ایسے اظلم حکمرانوں کو تہ تیغ کریں، بہادری نے بھی جوش مارا تو ایک بیچارے شہید کی جان پر جو تنہا تلوار حمائل کئے ہوئے جنگل قبرستان میں پھرا کرتا تھا یہ کچھ ضرور نہ تھا کہ ہر وقت تلوار ہی پاس ہو، نہیں بعض وقت لکڑی بھی نہ ہوتی تھی اور آپ صرف اللہ کے بھروسہ پر قانع ہو کے آزاد ادھر اُدھر پڑے پھرتے تھے"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 113)

مرزا حیرت دہلوی مزید لکھتے ہیں۔

"آپ انگریزی علمداری میں ہوتے ہوئے شیعوں کے دارالخلافہ میں پہنچے"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 212)

عمر کا بڑا حصہ سکھوں سے جنگ

"آپ (اسماعیل دہلوی) نے اپنی عمر کا بڑا حصہ سکھوں سے دو دو ہاتھ کرنے میں صرف کر دیا تھا"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 151)

انگریز رزیڈنٹ کی خدمت میں

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

"مولانا (اسماعیل) شہید کی تقریر اور تحریر میں فطرتی بہت اثر تھا، اور ساتھ ہی اس کے درخواست دینے پر آپ کو یقین بھی تھا کہ ضرور مجھے سرکار کمپنی کی طرف سے وعظ کہنے کا حکم ہو جائے گا مگر جب تین چار روز گزر گئے تو آپ کو بڑا تردد ہوا کہ ہاں نا کا کچھ جواب نہیں آیا۔ خیال بھی درست تھا اگر انکار ہوتا اور پہلا حکم بحال رکھا جاتا تو معلوم ہو جاتا، اور جو پہلا حکم منسوخ کر دیا جاتا تو یہ لازم تھا کہ فوراً ہی اطلاع دی جاتی۔ اس تردد کو مٹانے کے لئے آخر شاہ صاحب نے یہ ارادہ کیا کہ خود رزیڈنٹ سے ملیں اور اس سے گفتگو کریں تاکہ یہ تردد دور ہو۔

آپ نے خارجی طور پر دریافت کر کے کہ فلاں وقت ملنے ملانے اور فرصت کا ہوتا ہے سیدھے کوٹھی پر پہنچے، ساتھ میں صرف مولوی عبدالصمد بنگالی اور مولوی عبدالرحیم محدث تھے اور ایک آپ کا منشی ہیرا لال تھا اور ایک خدمت گار تھا، پہلے آپ نے جا کے اطلاع کرائی، جوں ہی رزیڈنٹ نے سُنا کہ شاہ اسمٰعیل آئے ہیں فوراً باہر نکل آیا، اور باہر برانڈے سے آ کے لے گیا، حد سے زیادہ عزت کی اور بار بار یہ کہا آپ نے بڑا ہی سرفراز کیا۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

معمولی مزاج پُرسی کے بعد رزیڈنت نے خود یہ الفاظ کہے، مولوی صاحب ہمارے سر شتہ دار کی غلطی سے آپ کے وعظ بند کرنے کا میں نے حکم جاری کر دیا تھا، لیکن جب آپ نے واجبی اور معقول وجہیں لکھیں تو میں نے اُسی وقت حکم ثانی لکھوا دیا تھا کہ وعظ قدیمی طور پر جاری کیا جائے اور کوئی مزاحم نہ ہو"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 104-105)

انگریز گورنمنٹ سے جہاد واجب نہیں

حیات طیبہ کے مصنف مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

"مولوی اسمٰعیل صاحب نے یہ اعلان دے دیا تھا، سرکار انگریزی پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے۔ نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔ ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حکام انگلشیہ کو بالکل خبر نہ ہوئی، اور نہ اُن کی تیاری میں مانع آئے"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 231-232)

مرزا حیرت دہلوی مزید لکھتے ہیں۔

"کلکتہ میں جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے، اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ

آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 424)

اور مولوی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔
"یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں"۔

(سوانح احمد، صفحہ 171، بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ، صفحہ 70)

جنگ میں سید صاحب کا بہوش ہونا

مرزا حیرت دہلوی مزید لکھتے ہیں۔
"مولانا شہید نے پہلے سکھوں کے خونخوار حملہ کو روکا مگر جب دیکھا کہ سید صاحب تو بیہوش پڑے ہوئے ہیں، اور ان کا ہاتھی جنبش نہیں کھاتا اور وہ عنقریب سکھوں کے قبضہ میں آنے کو ہیں۔ آپ نے میدان سکھوں کے ہاتھ سونپ کے سید صاحب کو سنبھالا، اور بمشکل کئی آدمیوں کی مدد سے آپ نے گھوڑے پر بٹھا کے صاف میدان جنگ سے نکل آئے، جب مجاہدین نے سید صاحب اور مولنا شہید کو اپنے میں نہ پایا ان کے پیر بھی اکھڑ گئے نہ کوئی کمانڈر تھا نہ انہیں کوئی خالد جیسا لڑانے والا اور نہ مثنیٰ جیسا حملہ آوروں کے پنجہ سے نکالنے والا تھا جدھر ان کا سینگ سمایا سراسیمہ ہو کے بھاگے، سکھوں

نے تعاقب کیا اور مظلوم مسلمانوں کو نہایت بے بسی کی حالت میں قتل کیا، ان کا سامان لٹ رہا تھا اور اُن کی جانیں ضائع ہو رہی تھیں۔ ادھر سید صاحب کے لینے کے دینے پڑ رہے تھے، ادھر مجاہدین کی جانوں پر بن رہی تھی۔ بہت سے مسلمان سکھوں نے قید کر کے لاہور روانہ کئے جہاں وہ نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 247)

مسلمانوں سے جہاد فرض

مرزا حیرت دہلوی مزید لکھتے ہیں۔

"مولانا شہید گھوڑے پر سوار تھے اور دو سو آدمی اور بھی آپ کے ساتھ قدم بقدم علاوہ چار سو پیدلوں کے آرہے تھے۔ مولانا شہید کی پہلی نظریں توپوں پر لگ رہی تھیں، آپ سب سے پہلے ان ہی پر جا پڑے، گولہ انداز نے مہتابی کو روشن کر کے چاہا کہ پہلے مولانا شہید کو اڑادوں کہ مولانا نے تلوار کا پھرتی سے وار کر کے اس کی گردن اڑا دی۔ دوسرا توپچی بھی یوں مارا گیا۔ مولانا شہید نے فوراً وہ دونوں توپیں درّانیوں کی طرف پھیر کے فیر کرنے شروع کئے ایک وفادار ہندو جو مولانا شہید پر فریفتہ تھا، گولہ اندازی پر مقرر ہوا۔ اس نے اس قدر پھرتی سے گولہ اندازی کی کہ درّانیوں کے پیر اکھڑ گئے، ادھر مولانا شہید ان پر گر پڑے، تکبیروں کی آوازیں خوب زور شور سے بلند ہو رہی تھیں۔ بھلا اب درّانی کیوں کر میدان جنگ میں ٹھہر سکتے تھے۔ اپنا کل سامان چھوڑ کے بھاگے جب وہ فرار ہو رہے تھے۔ سید صاحب بھی ان پر آپڑے جتنے درّرانی مارے گئے ان کی تعداد ٹھیک نہیں معلوم ہاں جن مردوں کو وہ میدان میں چھوڑ گئے تھے وہ چار سو سے زیادہ شمار میں تھے، مولانا شہید کی فوج کا ایک آدمی بھی زخمی نہ ہوا"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 261-262)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

مرزا حیرت دہولی مزید لکھتے ہیں۔

"ابھی صبح کی پو پھٹی تھی کہ آپ قلعہ ہنڈ کی دیواروں کے نیچے جا پہنے۔ کل ڈیڑھ سو آدمی ساتھ تھے اور باقی ماندہ پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ نے خاموشی سے بارہ بندوقچیوں کو بھیج دیا کہ تم دروازہ کے پاس اس ٹیلہ کے پیچھے چھپ کے کھڑے ہو جاؤ۔ جوں ہی دروازہ کھول کر قلعہ میں سے لوگ نکلیں اور شہر کی طرف جانے لگیں تم فوراً قلعہ میں گھس جانا اور انہیں گولیاں ماردینا، بھاگتے ہوؤں کو روکنا نہیں، مقابلہ کرنے والے کو تہ تیغ کرنا۔ ابھی بہت روشنی نہ ہوئی تھی۔ نسیم سحری طفلانہ آٹکھیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی اور خادی خان کو خبر دے رہی تھی کہ تیرا یہ خواب نوشین زہر آلود ہے۔ مگر وہ کچھ اپنے قلعہ کی مضبوطی میں ایسا مخمور تھا کہ اسے نسیم سحری کے جھوکوں کی اطلاع کی بھی ذرا خبر نہ تھی، جوں ہی مولانا شہید نے بندوقوں کی آواز سنی آپ بھی فوراً بندوق چھتیائے ہوئے معہ ہمراہیوں کے داخل قلعہ ہوئے۔ ہتھیار اٹھانے کی بھی فرصت نہ دی اور سب کو خوف دے کے باہر نکال دیا۔ قلعہ کے دوسرے حصہ میں خادی خان سوتا تھا۔ ٹھائیں ٹھائیں بندوقوں کی آواز ہوئی اور لوگوں کا غل سنائی دیا تو بیخبر رئیس ہڑبڑا کے اٹھا اور پریشان باہر نکل آیا دیکھا تو یہاں گل ہی اور کھلا ہوا ہے۔ فوج کے سرداروں کو ڈراؤنی صدائیں پکارا وہاں کسی کا بھی پتہ نہ تھا۔ پھر وہ اپنے کمرہ کے زینہ سے قلعہ کی چھت پر چڑھ گیا ور وہاں سے غل و شور مچانا شروع کیا۔ سراسیمہ ادھر اُدھر بھاگا پھرتا تھا، آخر ایک مسلمان کی گولی نے اُسے تھل بیڑے سے بٹھایا"۔

(حیات طیبہ، صفحہ 268-269)

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

”سکھوں سے زیادہ ان کلمہ گو کافروں پر (معاذاللہ) جہاد فرض ہے“۔

(حیات طیبہ، صفحہ 258)

مہر صاحب لکھتے ہیں۔

”مولانا (اسماعیل دہلوی) نے بلند آواز سے تکبیر کہہ کر حملے کا حکم دیا۔ خود سب سے آگے تھے۔ درانی گولہ انداز نے توپ داغنی چاہی۔ پھر مولانا ساتھیوں سمیت زمین پر بیٹھ گئے۔ توپ چلی اور گولہ غازیوں کے سروں کے اوپر سے نکل گیا۔ پھر مولانا نے اس تیزی سے حملہ کیا کہ دوسری مرتبہ گولہ چلنے سے پہلے پہلے توپچیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور توپ پر قبضہ کر لیا۔ اس اثنا میں سارے درانی بھاگ نکلے اور لشکر گاہ کو چھوڑ کر ایک ٹیلے پر پناہ گزیں ہوگئے۔ سید صاحب کو اطلاع ملی تو اس فتح پر بارگاہ الٰہی میں دوگانہ شکر ادا کیا“۔

(سید احمد شہید، صفحہ 453)

مہر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

”پھر خود توپ کھنچوا کر ایک اونچی جگہ لائے، بھروائی، خود شست باندھی اور میرزا حسین بیگ کو حکم دیا کہ اب گولے پھینکو۔ پہلے ہی گولے سے دو سوار اُڑ گئے۔ دُرانی ٹیلے سے اُتر کر پیچھے کی طرف جا بیٹھے“۔

(سید احمد شہید، صفحہ 454-453)

مہر صاحب پھر مزید لکھتے ہیں۔

"انتہائی احتیاط کے باوجود بعض غازی پیچھے رہ گئے۔ رات کی تاریکی میں انھیں سید صاحب کا پیغام نہ مل سکا اور وہ اپنی جگہ کو چھوڑ کر درختوں کے جھنڈ میں نہ پہنچے۔ یہ آٹھ دس آدمی تھے۔۔۔ ان کے ساتھ ایک ہندو راجا رام نام بھی تھا جو بیسواڑہ (نزد سلون) کا باشندہ تھا۔ اس نے اپنا قصہ یوں بیان کیا کہ میں مورچے میں سو گیا تھا۔ آنکھ کھلی تو کسی کو نہ پایا۔ بستی میں جا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ تمام غازی اس فوج پر شبخون مارنے کے لیے گئے ہیں، جو دوآبہ کی طرف کمک کے طور پر آ رہی تھی۔ میں یہ سن کر توپوں کے پاس پہنچا۔ اندیشہ پیدا ہوا کہ مبادا دشمن توپیں لے جائیں۔ ان میں گولے بھر کر چلانے لگا۔۔۔ سید صاحب نے راجا رام کی بہادری اور حسن تدبیر کی ستائش فرمائی۔"

(سید احمد شہید، صفحہ 456)

مہر صاحب ہی لکھتے ہیں۔

"مولانا (اسماعیل) نے مال غنیمت جمع کرایا تو مندرجہ ذیل چیزیں تھیں: ایک ہاتھی، ساٹھ ستر اونٹ، کچھ کم تین سو گھوڑے، چھ توپیں، پندرہ سولہ شاہینیں۔ تلواروں اور بندوقوں کا شمار نہ تھا۔ ملکی لوگ جو مال اٹھائے لیے جا رہے تھے، اسے حسن تدبیر سے واپس لیا۔ بستر اور خیمے سب محفوظ پڑے تھے۔ اکثر لوگ جوتے بھی چھوڑ گئے تھے۔ پلاؤ کی دیگیں تیار پڑی تھیں۔ منوں خشک میوہ موجود تھا۔۔۔ یار محمد خاں کے کاری زخم لگا تھا اسے بہ مشکل گھوڑے پر سوار کر کے میدان سے باہر پہنچایا گیا۔ وہ ہریانہ اور دوڈھیر کے درمیان لہادر میں یا اس کے آس پاس فوت ہوا۔ میت کو پشاور پہنچا کر دفن کیا گیا۔ اس

یورش میں یار محمد خاں کے تین سو ساتھی مارے گئے ، جن میں سے سات بڑے سردار تھے"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 527)

مہر صاحب اور لکھتے ہیں۔

"پایندہ خاں اب تک عشرہ میں تھا اور اپنے آدمیوں کو للکار للکار کر لڑائی کا حوصلہ دلا رہا تھا۔ سواروں اور پیادوں کو بھاگتے دیکھا تو خود بھی عشرہ کو چھوڑ کر امب کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس کے بچے کھچے آدمی اب زور شور سے پکار پکار کر کہہ رہے تھے "خان جل گیا رے" یعنی خان چلا گیا۔ جس کے کان میں یہ آواز پڑی وہ معاً بھاگ نکلا۔ غازیوں نے تھوڑی دیر میں عشرہ پر قبضہ جما لیا۔۔۔ شیخ ولی محمد کوٹلہ سے پہاڑ کے اوپر اوپر امب کے قریب پہنچ گئے۔ پایندہ خاں انھیں دیکھتے ہی امب کو چھوڑ کر چھتر بانی چلا گیا، جو چند میل شمال میں تھا۔ شیخ ولی محمد گولیوں کی آواز سن کر کنیر ڑی کی طرف آئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف غازیان کنیر ڑی کو شدید مخمصے سے نجات ملی بلکہ عشرہ اور کوٹلہ پر بھی قبضہ ہو گیا"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 557)

سید مراد علی لکھتے ہیں۔

"یہ 1830ء کا واقعہ ہے (یعنی یار محمد خاں سے جہاد کرنے کا) اس کے بعد پایندہ خاں کو دعوت دی کہ سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لو، وہ بیعت پر آمادہ نہ ہوا، تو اپر کفر کا فتویٰ لگا کر اس پر چڑھائی کر دی۔ پایندہ خاں جو تمام زندگی سکھوں سے خلاف بر سر پیکار رہا۔ اُس نے وقتی طور پر سکھوں سے صلح کر اور اپنا بیٹا جہاں داد خاں بہ طور ضمانت

گروی رکھ کر دو پلٹن فوج حاصل کی۔۔۔ اور مجاہدین سے اپنا علاقہ خالی کرالیا، بعد میں سکھوں کے ساتھ پائندہ خاں کی جنگیں بدستور ہوتی رہیں"۔

(تاریخ تناولیاں، صفحہ 54، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 346)

مہر صاحب لکھتے ہیں۔

"مردان پر حملے کے لیے تیاری کا حکم دینے کے بعد قاضی سید محمد حبان نے دو ملکی آدمیوں کو صحیح حالات معلوم کرنے کے لیے بھیج دیا۔ وہ خبر لائے کہ ہوتی کی گڑھی میں بیس پچیس اور مردان کی گڑھی میں تیس چالیس آدمی ہوں گے۔ رسول خاں موجود ہے اور احمد خاں پشاور گیا ہوا ہے۔ حملے کا اس سے بہتر موقع کیا ہو سکتا تھا؟ اگر انتظار کیا جاتا تو درانیوں کا لشکر آجاتا"۔

(سید احمد شہید، صفحہ 604)

جناب عبدالرزاق ملیح آبادی لکھتے ہیں۔

"آخر جب غیرت مند سرحدی جوش میں آئے اور سلطان محمد خاں غیرت دینی سے آمادہ مقابلہ ہوا، تو جان بچا کا بھاگنا چاہا، مگر اس نے مہلت نہ دی اور سب کا قلع قمع کر دیا۔ مریدوں نے سوچا کہ پیروں کا قتل تو خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہوا ہے۔ جہاد و شہادت کی جگہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ہلاکت نصیب ہوئی۔ اب کسی طرح بنانی چاہئے؟ تب یہ سازش کی کہ سکھوں سے ایک فرضی لڑائی کا افسانہ گھڑا اور مسلمانوں کے ٹوٹنے کے لیے یہ مشہور کیا کہ سکھوں سے لڑتے ہوئے میدان جہد میں سید احمد (بریلوی) اور مولوی اسماعیل (دہلوی) شہید ہوئے، لیکن اب وہ پھر زندہ کئے جائیں اور بھیجے جائیں گے تاکہ سکھوں سے پنجاب کو نجات دلائیں۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد سرحد کے ایک پہاڑ

کی چوٹی پر کھال میں بھوسہ بھر کے ایک ڈھانچہ تیار کیا گیا اور سید احمد کے کپڑے پہنا کر مشہور کیا گیا کہ وہ زندہ وسلامت مشغول مراقبہ ہیں اور اس طرح پھر از سر نو اپنی دکان جما لی!"

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، صفحہ 231)

جناب منصف نے مذکورہ بالا واقعہ بیان کر کے یہ تاثر دیا کہ

"یہ پوری داستان دراصل اس تمام طبقے کا مشترک مشرب تھا، جو مولانا اسماعیل شہید کی تحریک کے خلاف سرگرم ہوا تھا"۔

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، صفحہ 231)

اب ذرا آگے پڑھیے عبدالرزاق ملیح آبادی لکھتے ہیں۔

"یہ بھی مشہور ہے کہ چند چالاک اور دنیا پرست آدمیوں نے اپنے ذاتی اغراض سے واقعی ایک پتلا بنایا تھا، اور کچھ دنوں تک یہ بات مشہور رہی تھی کہ سید صاحب شہید نہیں ہوئے اور بدستور زندہ وسلامت موجود ہیں، لیکن یہ بھی چند چالاک آدمیوں کی کاروائی تھی اور بہت جلد کھل گئی۔ ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں ان کو وہابیت یا مولوی اسماعیل مرحوم کی جماعت سے کیا ہے؟"۔

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، صفحہ 232)

جب کوئی بات مشہور ہوتی ہے تو کوئی نہ کوئی صداقت تو ہوتی ہے ۔یہ کیا کہ علماء پرستی کی آڑ لے کر تاریخی حقائق کو پس پشت ڈال کر یہ رونا رویا جائے کہ یہ کسی چالاک آدمیوں کی شرارت ہے عجیب بات ہے۔

غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

”کھلابٹ سے ایک کوس پر نماز ظہر ادا کی۔ جب بستی پاؤ کوس پر رہ گئی تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ سب ٹھہر جائیں۔ پھر رسالدار عبدالحمید خاں سے کہا کہ آپ یہاں تیار کھڑے ہیں، ہم پیادوں کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ جب ہماری طرف سے بندوق چلے تو فوراً باگیں اٹھا کر بستی کی جنوبی سمت سے حملہ کر دیں۔ قاضی صاحب نے شمالی سمت میں ایک ٹیلے پر زنبورک لگا کر گولہ باری شروع کر دی۔ اس اثنا میں رسالے کے ایک سوار مومن خاں کو پیشاب کی حاجت ہوئی۔ وہ اپنے ساتھیوں سے آگے بڑھا۔ گھوڑے کی باگ پاؤں کے نیچے دبا کر پیشاب کے لیے بیٹھ گیا۔ دفعتہ گھوڑا بھڑکا اور اس کی باگ پاؤں کے نیچے سے نکل گئی۔ وہ گاؤں کی طرف بھاگا۔ رسالدار نے آواز دی کہ لینا جانے نہ پائے۔ دو چار چار سوار اس کے تعاقب میں نکلنے لگے۔ قاضی صاحب نے سمجھا کہ سواروں نے ہلہ بول دیا۔ چنانچہ انھوں نے بھی گولہ باری چھوڑ کر حملہ کر دیا۔ اس طرح ایک معمولی واقعہ کامیاب یورش کی شکل اختیار کر گیا۔ پیادہ فوج بستی میں داخل ہو گئی۔ سواروں کا مقابلہ صرف دو آدمیوں نے کیا اور دونوں مارے گئے۔ غازیوں میں سے کسی کے چر کہ بھی نہ لگا اور کھلابٹ فتح ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا وہاں مقابلے کے لیے پانچ ہزار آدمی فراہم تھے“۔

(سید احمد شہید، صفحہ 598-599)

انگریز کے غلام

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

"مفسدہ 1857ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے، وہ سخت گنہگار اور بحکمِ قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی، بدکردار تھے، اکثر ان میں عوام کالانعام تھے۔ بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے، وہ بھی اصل علومِ دین (قرآن و حدیث) بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ، باخبر و سمجھ دار علماء (اہل حدیث) اس میں ہر گز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لیے مفسدہ لیے پھرتے تھے، انہوں نے خوشی سے دستخط کیے۔

یہ وجہ تھی کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے، اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن وعہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہوکر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے، کسی کو اُونچی اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے"۔

(الاقتصاد، صفحہ 49-50، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ 376-377)

اہل حدیث مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔

"آپ (شاہ اسمٰعیل) اپنے شیخ طریقت سید احمد صاحب کو امام تسلیم کرکے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لئے پنجاب پہنچے گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی آپ کے اس ارادے میں کسی طرح کی مزاحمت یا پیچیدگی پیدا نہیں کی"۔

(الحیات بعد الممات، صفحہ 203، بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ، صفحہ 67-68)

مسلمانوں کے ہاتھوں قتل

انگریز کے ایجنٹ کون؟

قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب انوار آفتاب صداقت میں تاریخ ہزارہ کے حوالے سے درج کیا ہے کہ :۔

"جرگہ یوسف زئی پٹھان جو کہ سکھوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے۔اور مولوی اسماعیل کے حامی ہو چکے تھے۔ان کے خاندانوں میں رواج تھا کہ یہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی دیر سے کرتے تھے۔ مولوی اسماعیل نے خلیفہ سید احمد کو اس امر کی اطلاع دی تو خلیفہ صاحب نے ان پٹھانوں کو راضی کر کے دو لڑکیوں کا نکاح خود کر لیا۔ اس معاملہ سے تمام یوسف زئی جرگہ میں مولوی اسماعیل اور سید احمد کے متعلق نفرت پھیل گئی اور ان لوگوں نے سید احمد کی بیعت توڑ دی۔اور اپنی لڑکیاں واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ مولوی اسماعیل وغیرہ نے انکار کیا تو سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل نے ان پٹھانوں پر کفر کا فتوےٰ صادر کر کے ان سے جہاد کرنا فرض قرار دے دیا۔اِدھر پٹھانوں نے تنظیم کر لی۔ اِدھر پنجابیوں نے مقابلہ کیا۔ بالآخر پٹھان غالب ہوتے ہوئے نظر آئے۔ تو ایک روز خود مولوی اسماعیل پٹھانوں سے مقابلہ کے لیے نکلا۔ایک یوسف زئی پٹھان نے ایسی گولی چسپ کی۔ کہ سب سے اوّل اسماعیل ہی کا خاتمہ کر دیا اور وہیں ختم ہو گیا"۔

(انوار آفتاب صداقت، صفحہ 519، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 338-339)

مولانا رشید احمد گنگوہی

تراشے جا رہے ہیں روز نئے فسانے

یہود و ہنود کی مٹھاس

مولانا رشید احمد گنگوہی فتویٰ دیتے ہیں کہ :۔

"مدرسہ و مسجد میں ہنود کا روپیہ لگانا درست ہے"۔

اور لکھتے ہیں۔

"ہندو کا دیا ہوا چندہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے جبکہ وہ بہ نیت ثواب دیتا ہو"۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل، صفحہ 524)

تحریک آزادی سے دوری

مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

"ایام غدر میں آپ (رشید احمد گنگوہی) مفسدین کے ساتھ نہ تھے"۔

(تذکرۃ الرشید، جلد 1، صفحہ 37)

مولوی مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"غدر کے بعد حضرت (مولٰنا گنگوہی) کو دہلی تشریف لانے کا اتفاق ہوا"۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1، صفحہ 254)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

معلوم ہوا کہ جب جنگ آزادی اپنے شباب پر تھی تو رشید احمد گنگوہی نے اس میں حصہ نہ لیا کیونکہ وہ مفسدوں (تحریک آزادی میں حصہ لینے والوں) کے ساتھ نہ تھے اور دہلی میں بھی جنگ آزادی کے بعد تشریف لائے۔

انگریز کے غلام

مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

"جن کے سر و نپر موت کھیل رہی تھی اُنہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا"۔

(تذکرۃ الرشید، جلد 1، صفحہ 73)

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی مزید لکھتے ہیں۔

"حاکم کے انتظام کا اُٹھنا تھا کہ باہم رعایا میں برسوں کی دبی ہوئی عداوت نکلنے اور خدا جانے کس کس زمانہ کے انتقام لینے کا وقت آگیا کہ جدھر دیکھو مار پیٹ اور جس محل پر نظر کرو معرکہ آرائی و جنگ۔ اسی بلا خیز قصہ میں تھانہ بھون کا وہ فساد واقع ہوا جسمیں قاضی محبوب علی خاں کی مخبری سے حضرت مولانا (گنگوہی) پر مقدمہ قائم ہوا"۔

(تذکرۃ الرشید، جلد 1، صفحہ 73)

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور لکھتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں۔"شروع 1276 ہجری نبوی 1859ء وہ سال تھا جس مین حضرت امام ربانی۔۔۔پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی"۔

(تذکرۃ الرشید، جلد 1، صفحہ 73)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

یہ واقعات صاف صاف بتا رہے ہیں کہ یہ لوگ دراصل انگریز کے پکے غلام تھے۔ جو لوگ ایسی بے رحم گورنمنٹ کو جنہوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور مسلمانوں کے جید عالموں کو جنہوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا تختہ دار پر لٹکادیا ایسی بے رحم گورنمنٹ کے رحم دل قرار دیتے ہیں۔ وقت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اب ان کو جنگ آزادی کا ہیرو بنا کر پیش کر کے اپنے سیاہ کرتوں پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

”جب بغاوت و فساد کا قصہ فروہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیونکی سرکوبی شروع کی تو جن بُزدل مفسدوں کو سوائے اسکے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں اُنھوں نے اپنا رنگ جمایا اور اِن گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانہ کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے“۔

(تذکرۃ الرشید، جلد1، صفحہ 76)

اور لکھتے ہیں۔

”ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے انکو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھیرا رکھا تھا اِسلئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی اسلئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے“۔

(تذکرۃ الرشید، جلد1، صفحہ 79)

اعتراف حقیقت

میرٹھی صاحب لکھتے ہیں۔

"جب میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے"۔

(تذکرۃ الرشید، جلد1، صفحہ 80)

دیکھئے میرٹھی صاحب لکھ رہے ہیں کہ جب بغاوت و فساد ختم ہوا اور گورنمنٹ انگلشیہ نے جنگ آزادی کی تحریک میں حصہ لینے والوں کی سرکوبی شروع کی تو اِن میں سے جن کو گورنمنٹ نے گرفتار کر لیا تھا تو اُنھوں نے اپنی رہائی کے لئے یہ تہمت لگا دی کہ رشید احمد گنگوہی اور ان کی جماعت بھی فساد میں شریک تھے جو کہ بالکل جھوٹ ہے بلکہ ہم تو تن من دھن سے گورنمنٹ انگلشیہ پر قربان ہیں۔ تو پتہ چلا کے ان کا تو جنگ آزادی کی تحریک سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

گورنمنٹ کے سائے میں سکون و آرام

مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

"اِس بدامنی کی حالت میں جسکو قصہ کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے مختصر الفاظ میں حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے عالم باشندگان قصبہ کی یہ حالت ہوئی گویا اُن کا مربی و منتظم پادشاہ سر سے اُٹھ گیا اور شرعی وطبعی ضروریات و محمصات میں بھی کوئی خبر گیراں نہ رہا جسکی رائے پر عمل کریں پس یہ لوگ اعلحضرت حاجی صاحب کیخدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بلا کسی حاکم کی سرپرستی کے گزران دشوار ہے گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا امن اُٹھالیا اور بذریعہ اشتہار عام اطلاع دیدی ہے کہ اپنی

انگریز کے ایجنٹ کون؟

اپنی حفاظت ہر شخص کو خود کرنی چاہیئے اِسلئے آپ چونکہ ہمارے دینی سردار ہیں اِسلئے دنیاوی نظم حکومت کا بھی بار اپنے سر رکھیں اور امیر المومنین بنکر ہمارے باہمی قضیے چکا دیا کریں۔ اسمیں شک نہیں کہ اعلیحضرت کو انکی درخواست کے موافق اِنکلے سرونپر ہاتھ رکھنا پڑا اور آپ نے دیوانی و فوجداری کے جملہ مقدمات شرعی فیصلہ کے موفق چند روز تک قاضی شرع بنکر فیصل بھی فرمائے۔ اسی قصہ نے مفسدوں میں شریک ہونیکی راہ چلائی اور مخبروں کو جھوٹی سچی مخبری کا موقع دیا"۔

(تذکرۃالرشید، جلد1، صفحہ 74)

پھر لکھتے ہیں۔

"اتنی بات یقینی ہے کہ اُس گھبراہٹ کے زمانہ میں جبکہ عام لوگ بند کواڑوں گھر میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے حضرات امام ربانی (گنگوہی) اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار نہایت ہی اطمینان کے ساتھ انجام دیتے"۔

(تذکرۃالرشید، جلد1، صفحہ 74)

مزید لکھتے ہیں۔

"حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب۔۔۔ کو اِس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا اسلئے گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش و چھان بین سے کالشّمسِ فی نصف النہار ثابت ہو گیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بُہتان ہی بُہتان ہے اُسوقت رہا کیئے گئے اور آپ بخیر و عافیت وطن مالوف کو واپس آئے"۔

(تذکرۃالرشید، جلد1، صفحہ 79)

اور لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰحضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔" "یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹجانے والا نہ تھا، اِس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پر اجما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لیے طیار ہو گیا۔ اللہ رہے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتّہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلوار لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔ چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب۔۔۔زیرِ ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے"۔

(تذکرۃ الرشید، جلد1، صفحہ 74-75) ☆(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 119)

یہ واقعات ایک کھلی ہوئی حقیقت ہیں مگر کیا کریں جن کے دلوں میں خوف خدا نہیں وہ علماء پرستی میں اس حد تک جا پہنچے کہ حقیقت کو جھوٹ کے پردوں میں چھپا کر ایک نئی من گھڑت تاریخ گھڑ کر انگریزوں کے غلاموں کو آزادی کے ہیرو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے اور جنھوں نے واقعی جنگ آزادی میں حصہ لیا اُن کو گمنامی کے پردے میں ڈال دیا گیا کہ آج اُن کے حالات و واقعات بہت کم لوگ جانتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جو راہ وفا میں شہید ہو کر گمنامی میں چلے گئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ ہم نے اپنی تاریخ کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا نتیجۃً آج یہ نوبت پہنچ چکی ہے کہ سرعام حقائق کا منہ چڑایا جا رہا

ہے۔اور عوام کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ ایسے دین دار لوگ سے ایسی توقع کی جاسکتی ہے۔اب عام آدمی ان کے جبہ و دستار میں چھپے رہزن کو پہچاننے سے قاصر ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی

حق سے بہ عذر مصلحت وقت پہ جو کرے گریز
اس کو نہ پیشوا سمجھ اس پہ نہ اعتماد کر

مفسدوں (تحریک جنگ آزادی کے مجاہدوں) سے مقابلہ

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"چند بار مفسدوں سے نوبت مقابلہ کی آگئی اللہ رے مولوی صاحب ایسے ثابت قدم تلوار ہاتھ میں اور بندوقچیوں کا مقابلہ"۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1، صفحہ 37)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب نے تحریک آزادی میں حصہ نہیں لیا بلکہ اس تحریک میں حصہ لینے والوں کے خلاف مقابلے میں ڈٹ گئے۔ جب ثبوت بالکل واضح ہے پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ اِن کو تحریک آزادی کا ہیرو قرار دیتے ہیں۔ وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اپنی اس خفت کو مٹانے اور تحریک آزادی میں حصہ لینے والوں سے لڑنے کے جرم کو چھپانے کیلئے اب یہ واویلا کیا جارہا ہے کہ تحریک آزادی کے اصل ہیرو اور روح کارواں یہی لوگ تھے۔ مگر جب ثبوت بالکل واضح ہے تو تاویلات سے دیوبندی

لوگ اپنے اکابر کو اس جرم سے خلاصی نہیں دلا سکتے۔ زیر بالا واقعہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

تحریک آزادی میں حصہ لینے کا الزام

سوانح قاسمی کے مصنف مولوی مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں

"بعض دشمنوں نے۔۔۔ سرکار میں مخبری کی کہ تھانہ بھون کے فساد میں شریک تھے۔ حالانکہ مولانا فسادوں سے کوسوں دور تھے" ۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1، صفحہ 37)

اور مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں۔

"آپ اور آپ کے رفقائے کار پر الزام تھا کہ تھانہ بھون کے فساد میں آپ اور آپ کے رفقاء پیش پیش تھے اس بناء پر آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کردیئے گئے اور اس طرح آپ نے راہِ حق میں سنتِ یوسفی کو زندہ کیا"۔

(اکابر علماء دیوبند، صفحہ 15)

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نانوتوی اور ان کے رفقاء پر یہ الزام لگایا گیا کہ اِن لوگوں نے تحریک میں حصہ لیا جس کی بنا پر نانوتوی صاحب کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے۔ اس واقعے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے یہ صرف الزام تھا ورنہ یہ گورنمنٹ کے خیر خواہ تھے اور بقول ان کے جب مکمل ثبوت مل گئے اور پوری

تسلی ہوگئی کہ گورنمنٹ کے خلاف نہیں تھے تو رہا کر دیئے گئے۔ یقین نہ آئے گھر ہی بخاری صاحب کی زبانی سنیئے۔ لکھتے ہیں۔

”جب 1857ء کا ہولناک حادثہ ختم ہوا تو حکومت برطانیہ نے ہر اس آدمی کو تختہ دار پر لٹکا دیا یا گولی کا نشانہ بنادیا جس کے متعلق ذرا بھی شبہ تھا، چنانچہ حضرت حاجی امداللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا گنگوہی کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کئے گئے، حضرت حاجی صاحب مکہ مکرمہ ہجرت فرماگئے، مولانا محمد قاسم اور مولانا گنگوہی روپوش رہے لیکن مخبر کی خبر رسانی سے آپ کو گرفتار کیا گیا اور سہارنپور جیل کی کال کوٹھڑی میں رکھا گیا بالآخر جب حکومت کو کوئی ثبوت آپ کے متعلق نہ ملا تو رہا کر دیا“۔

(اکابر علماء دیوبند، صفحہ 23-24)

دیکھئے اس واقعے میں خود اقراری ہیں کہ جن کے خلاف گورنمنٹ برطانیہ کو ذرا بھی شبہ ہوا کہ اس نے تحریک میں حصہ لیا ہے تو اُس کو یا تو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا یا پھر گولی کا نشانہ بنادیا گیا۔ اور واقعی نانوتوی اور اُن کے رفقاء تحریک آزادی کے مجاہدین ہوتے تو کیا انگریز ان کو چھوڑ دیتے یا تختہ دار پر چڑھاتے۔ اس سے خود اندازہ لگالیں کہ یہ قوم کس طرح تاریخ اور آنے والی نسلوں کے ساتھ کتنا بھیانک مذاق کر رہی ہے۔

مدرسہ دیوبند مخالف سرکار نہیں

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

”رامپور منھاران ضلع سہارنپور جہاں مولانا محمد طیب کی سسرال ہے، وہاں کے بعض باشندوں نے مولانا نوتوی کی زندگی ہی میں ” حکومت میں یہ درخواست پیش کی کہ

انگریز کے ایجنٹ کون؟

مولٰنا محمد قاسم صاحب نے دیوبند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھولا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ سرحد کے لوگوں سے تعلقات پیدا کئے جائیں تاکہ گورنمنٹ سے جہاد آسان ہو جائے، یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلبہ کو قواعد جنگ کی بھی تعلیم دیتا ہے اور ہندوستان پر چڑھائی کرانے کے لئے کابل کو تیار کر رہا ہے"۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1، صفحہ 272)

یہ واقعہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوں یوں بیان کرتے ہیں۔

"حضرت والد ماجد۔۔۔ نے فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتوی۔۔۔کے متعلق بعض مفسدہ پردازوں نے جس میں رامپور کا ایک خاندان بھی شامل تھا جس کو حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب کے خاندان سے پشتینی عداوت تھی۔ حکومت میں یہ درخواست پیش کی کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے دیوبند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھولا ہے ۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ سرحد کے لوگوں سے تعلقات پیدا کیے جائیں تاکہ گورنمنٹ سے جہاد آسان ہو جائے۔ یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلبہ کو قواعد جنگ کی تعلیم دیتا ہے اور ہندوستان پر چڑھائی کرانے کے لئے کابل کو تیار کر رہا ہے ۔ ہم گورنمنٹ کو خیر خواہانہ اطلاع دیتے ہیں کہ وہ بیدار رہے ۔ اور ہم بھی ہر قسم کی سُراغ رسانی اور تفتیش حالات کیلئے گورنمنٹ کو مدد دینے کیلئے تیار ہیں۔

حکومت کے یہاں تفتیش حالات کے لیے احکام جاری ہوئے اور تفتیش کے مراکز گنگوہ، نانوتہ، رامپور، جلال آباد قرار پائے اور ان کا صدر مقام دیوبند بنا دیا گیا۔ حکام نے دورے کیے اور بعض حکام نے نانوتہ پہنچ کر حضرت نانوتوی کی زیارت کرنے کے لیے مسجد میں آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے اجازت دی اور کہلوا دیا کہ جوتہ نکال کر

آئیں۔ حاکم آیا اور بیٹھا نہیں بلکہ نہایت ادب سے چپ چاپ حضرت کے سامنے کھڑا رہا۔ واپس ہو کر اُس نے حکومتِ ہند کو رپورٹ کی کہ جو لوگ ایسی مقدس صورتوں پر نقضِ امن اور غدر و فساد کا الزام لگاتے ہیں وہ خود مفسد ہیں اور یہ محض چند مفسدوں کی شرارت ہے"۔

(ارواح ثلٰثہ یعنی حکایات اولیاء، صفحہ214-215)

ان واقعات کو غور سے پڑھیے اور اندازہ لگایئے خود کہتے ہیں کہ مفسدوں نے گورنمنٹ میں یہ اطلاع دی کہ جناب دیوبند مدرسہ خلاف سرکار کام کر رہا ہے اور جنگ کی تعلیم دے کر مجاہدین کو تیار کر رہا ہے۔ پھر کیا تھا فوراًانکوائری عمل میں لائی گئی ۔ مگر آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ گورنمنٹ برطانیہ یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ یہ چند لوگوں کی شرارت ہے جو جبہ ودستار میں چھپے ان مقدس چہروں پر نقضِ امن اور غدر و فساد کا الزام لگاتے ہیں۔ کیا کوئی اپنے دشمنوں کو یونہی چھوڑ دیتا ہے۔

انگریز آفسر کا ملاقات کرنا

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"حکومت قائمہ کا کوئی افسر نانوتہ پہنچ کر حضرت سے براہ راست ملا بھی، حضرت والا اس وقت مسجد میں تھے، حاکم نے کہلا بھیجا کہ آپ سے ملنے کے لئے میں کیا مسجد میں داخل ہو سکتا ہوں، لکھا ہے کہ مولانا مرحوم نے آنے کی اجازت دیتے ہوئے صرف یہ فرمایا کہ " اگر اندر آنا چاہتے ہیں تو جوتے اتار کر آئیں" بہر حال وہ آیا اور جوتے اتار کر آیا، بیان کیا جاتا ہے کہ ملنے کے ساتھ ہی وہ حضرت والا کی شکل و صورت

ہی سے اتنا مرعوب اور غیر معمولی طور پر متاثر ہوا کہ سامنے بیٹھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی، کھڑے کھڑے ادب کے ساتھ کچھ باتیں دریافت کیں اور چلا گیا، اور جا کر اس نے رپورٹ کر دی کہ اس قسم کی ہستیوں پر غدر فساد کا الزام لگانے والے خود مفسد ہیں، اور جو سراغ رسانی کی گئی ہے، صرف شرارت پر اس کی بنیاد قائم ہے"۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1، صفحہ 277-278)

دیکھئے گیلانی صاحب کہتے ہیں کہ حکومت کا ایک افسر نانوتوی سے ملا اور نانوتوی صاحب کی صورت کو دیکھ کر غیر معمولی طور پر اتنا متاثر ہوتا ہے کہ اُس انگریز افسر کی ہمت ہی نہ پڑی کہ نانوتوی صاحب کے سامنے بیٹھ سکے۔ بلکہ کھڑے کھڑے باتیں کیں اور جا کر رپورٹ پیش کر دی کہ اِن پر غدر فساد کا الزام بے بنیاد ہیں۔ بلکہ ایسے مقدس لوگ تو ہمارے غلام ہیں اور ہماری حکومت کو تقویت پہنچا رہے ہیں لہٰذا اِن پر بغاوت کا الزام رکھنا غلط ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ سرکار میں نانوتوی کا رتبہ اس انگریز آفسر سے بھی بڑا تھا کیونکہ انگریز کے زیر حکومت میں انگریز آفسر کا مؤدبانہ کھڑے کھڑے رہنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ان لوگوں کے حکومت برطانیہ سے اچھے تعلقات قائم تھے۔ جبھی تو بڑے تحکمانہ انداز میں تھانیدار کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

تھانیدار کو حکم

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"نانوتوی صاحب کے حجام پر عورت کے بھگانے کا جرم لگا تو نانوتوی صاحب سے التجا و التماس کرتے ہوئے کہا کہ میں بالکل بے قصور ہوں خدا کے واسطے مجھے بچایئے۔ تو نانوتوی صاحب نے منشی محمد یٰسین سے فرمایا کہ :۔

"اس غریب (حجام) کو تھانہ دار نے بے قصور پکڑا ہے، تم اس سے (تھانہ دار سے) کہدو کہ یہ (حجام) ہمارا آدمی ہے اس کو چھوڑدو، ورنہ تم بھی نہ بچو گے" ۔۔۔۔ پھر فرمایا۔"اس کے (حجام کے) ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی" ۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1، صفحہ 321-322)

بات واضح ہو گئی مزید تبصرے کی ضرورت نہیں۔اب دوسرے طرز سے گیلانی صاحب لکھتے ہیں۔

اُلٹی گنگا

"جب ہم یہ سنتے ہیں کہ فوج کی بغاوت عام کے بعد آگے پیچھے ہندوستان کے مختلف علاقوں کے باشندے ہنگامہ غدر کی آگ میں جیسے کود پڑے تھے، اس طرح سیدنا الامام الکبیر (قاسم نانوتوی) بھی عملاً اس میں شریک ہوگئے تھے"۔ خود بھی شریک ہوئے اور آپ کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، نیز آپ کے رفیق الدنیا والآخرۃ مولانا رشید احمد گنگوہی۔۔۔ نے بھی اس کش مکش میں حصہ لیا"۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد 2، صفحہ 85-86)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

اس میں گیلانی صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غدر میں نانوتوی صاحب ، گنگوہی صاحب اور دوسرے افراد شریک ہوئے۔ بات کو گھما پھرا کر یہ اب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ بھی عملاً اس غدر میں شریک رہے۔ ہم نے کب انکار کیا کہ یہ لوگ غدر میں شریک نہیں ہوئے۔ ہوئے ضرور ہیں مگر تحریک آزادی میں حصہ لینے والوں کے ساتھ نہیں بلکہ ان سے لڑنے کیلئے جیسا کہ ہم پچھلے صفحات بیان کر آئے ہیں۔

دیوبندی فتوی کی رو سے شرکیہ دعویٰ

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

ملکہ وکٹوریہ کی تاج پوشی کے جشن کے وقت قاسم نانوتوی دہلی میں تھے۔ مولٰنا طیب صاحب فرماتے ہیں۔

”حضرت نانوتوی دہلی سے دیوبند چلے آئے، اور فرمایا کہ مجھ سے انکی (انگریزوں کی) شوکت نہیں دیکھی جاتی، اس لئے دہلی سے دیوبند چلا آیا کہ نہ دیکھوں گا، نہ کوفت ہوگی“۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد 2، صفحہ 90)

پھر نانوتوی صاحب کا بیان نقل کرتے ہیں۔

”نیز فرمایا الحمد للہ اتنی طاقت تو ہے کہ سارا دربار درہم برہم کردوں، مگر سنبھالنے والے نظر نہیں آتے، اس لئے دہلی چھوڑ کر چلا آیا، کہ نہ ان کا کروفر دیکھوں گا، نہ کوفت وسوخت ہوگی“۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد 2، صفحہ 90)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

ان واقعوں میں نانوتوی صاحب کی بزرگی ظاہر کرنے یا اپنی بزرگی کا خود تعارف کرنے لئے نانوتوی صاحب کا کہنا کہ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ سارا دربار کو درہم برہم کردوں مگر مجھے ایسے افراد نظر نہیں آتے جو اس کو سنبھال سکیں ۔اس لئے انگریز کی حکومت برقرار رکھنی پڑ رہی ہے۔ارے جب اتنی طاقت تھی تو انگریز کی حکومت کو چھوڑ کر اور مسلمانوں پر ایک جابرانہ حکومت کو مسلط کر کے کیا نانوتوی صاحب نے جرم نہیں کیا۔ بلکہ پس پردہ انگریز کی غلامی میں مسلمانوں کو چھوڑنا ان کا اصل مقصد تھا۔ ورنہ دال میں ضرور کالا ہے۔اب مندرجہ ذیل واقعے بلا تبصرہ نظر قارئیں کریں گے تاکہ وہ خود اس حقیقت کا اندازہ لگالیں کہ یہ لوگ تحریک آزادی کے ہیرو تھے یا غدار۔

تحریک آزادی سے دور

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"مولٰنا (قاسم نانوتوی) فسادوں سے کوسوں دور تھے، ملک و مال کے جھگڑے اگر سر رکھتے، تو یہ صورت ہی کیوں ہوتی، کہیں کے ڈپٹی یا صدرالصدور ہوتے" ۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد2، صفحہ 95)

اور لکھتے ہیں۔

"غدر کے شروع ہونے کے ساتھ ہی سیدنا الامام الکبیر (نانوتوی) قطعاً اس ہنگامہ میں شریک نہ ہوئے۔ بلکہ نانوتہ سے سہارنپور آنے کے بجائے اس کے کہ جن میدانوں میں مقابلہ ہو رہا تھا، ان میں سے کسی میدان کی طرف چلے جاتے، اپنے ساتھ مصنف امام کو لے کر وطن نانوتہ ہی تشریف لے آئے"۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد2، صفحہ 106)

مزید لکھتے ہیں۔

"غدر کے ہنگاموں میں کافی زور جس زمانہ میں پیدا ہو چکا تھا، اس وقت تک سیدنا الامام الکبیر بندوق چلانا بھی نہیں جانتے تھے"۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد 2، صفحہ 107)

پھر لکھتے ہیں۔

"اتنی بات بہر حال یقینی ہے۔ اور ان ناقابل انکار چشم دید گواہیوں کا کھلا ہوا اقتضاء ہے، کہ مالی خولیا سے زیادہ اس قسم کی افواہوں کی کوئی قیمت نہیں ہے کہ غدر کے ہنگامہ کے برپا کرانے میں دوسروں کے ساتھ سیدنا الامام الکبیر اور آپ کے علمی و دینی رفقاء کے بھی ہاتھ تھے۔ بلکہ واقعہ وہی ہے جو مصنف امام نے لکھا ہے کہ "مولٰنا فسادوں سے کوسوں دور تھے"۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد 2، صفحہ 109)

اور لکھتے ہیں۔

متوسلین اور خدام نے عرض کیا کہ احتیاط خلاف توکل نہیں، حضرت روپوش ہو جائے۔ مگر انتقام کے زہر سے ملو و معمور حکومت زہریلے، سانپ کی طرح بل کھانے والی جسے ڈھونڈھ رہی تھی خود اس کا حال کیا تھا۔ مولٰنا طیب کی اسی یادداشت میں ہے کہ "حضرت نانوتوی۔۔۔ اپنی فطری شجاعت اور ہمت قلب سے کھلے بندوں پھر رہے تھے"۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد 2، صفحہ 172)

مولانا سید مناظر احسن گیلانی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

”حضرۃ الاستاذ (قاسم نانوتوی) نے اس مدرسہ (دیوبند) کو کیا درس وتدریس۔ تعلیم و تعلم کیلئے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا، جہاں تک میں جانتا ہوں 1857ء کے ہنگامے کی ناکامی کے بعد یہ ارادہ کیا گیا کہ کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے، جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ 1857ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے“۔

(احاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن، صفحہ 170)

اس مذکورہ بالا عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ جنگ آزادی سے کوسوں دور رہے۔ بلکہ جنگ آزادی کو کبھی ”غدر“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور کبھی ”ہنگامے“ کے نام سے۔ اور عوام کو خوشنما پھندوں میں پھنسائے رکھنا یہی ان لوگوں کی دین دار ہے۔ اگر تحریک مجاہدین کا ساتھ دیتے تو کیوں ناکامی کا سامنا کرتے۔ ان لوگوں نے تحریک میں حصہ لینے والوں سے جنگ کی اور خود مثل چور کے شور مچائے تو کیا چور کے شور مچانے سے حقیقت بدل جائے گی چور تو بہر حال چور ہی ہے۔ ایسے ہی غدار، غدار ہے۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔

”اس کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان میں جنگ آزادی کا ہنگامہ برپا ہوا۔ جب تھانہ بھون میں بے انتظامی عام ہوئی تو حاجی صاحب نے قصبے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ”دیوانی و فوجداری کے جملہ مقدمات شرعی فیصلہ چند روز تک قاضی شرح بن کر فیصل بھی فرمائے“۔ ان کوششوں میں مولٰنا محمد قاسم، مولٰنا رشید احمد گنگوہی اور مولٰنا محمد یعقوب نانوتوی آپ کے ساتھ تھے اور ایک ہنگامے میں ان حضرات کا اُن مفسدوں سے،

جو عام بدانتظامی کا فائدہ اُٹھانے کے لیے غول کے غول پھرتے تھے، مقابلہ بھی ہوا۔ اور مولٰنا محمد قاسم ایک گولی سے زخمی ہوئے"۔

(موج کوثر، صفحہ 195-196)

مولانا اشرف علی تھانوی

انگریز کے پروردہ ہیں یہ تیرے آقا
دیتا ہے جنہیں زور قلم کا سہارا

یہ سارے واقعات انگریزاور ہندو دوستی کے نمونے ہیں یہ واقعات ہم بلا تبصرہ پیش کر رہے ہیں۔ عام فہم الفاظ ہیں قارئین عبارات سے خود ہی اندازہ فرمالیں۔

گاندھی کی تعظیم کی خواہش

مفتی محمد شفیع دیوبندی خلیفہ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔
(تھانوی صاحب نے) "ارشاد فرمایا کہ اگر مسٹر گاندھی بھی میرے پاس آئیں تو میں ان کا بھی اکرام کروں گا مگرایک شرط ضرور لگاؤں گا کہ اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے کا یہاں موقع نہ دیا جائے گا"۔

(مجالس حکیم الامت، صفحہ 76)

انگریز نے ٹکسال کی سیر کرائی

مولوی اشرف علی تھانوی الافاضات الیومیہ میں جو ان کی مصدقہ ہے، کہتے ہیں۔
"میں (تھانوی) حیدر آباد گیا تھا قریب چودہ روز کے وہاں قیام رہا چند وعظ بھی ہوئے ایک صاحب وہاں پر ہیں جو ارکان سلطنت میں سے ہین بڑے عہدے پر ممتاز ہیں

انگریز کے ایجنٹ کون؟

انہوں نے مجھ سے کہا کہ دارالضرب (ٹکسال) کی بھی سیر کر لیجئے میں گیا وہاں ایک انگریز نے تمام جگہ کی سیر کرائی جب میں واپس ہونے لگا تو اُس انگریز کا میں نے ان لفظوں میں شکریہ ادا کیا کہ آپ کے اخلاق سے بہت جی خوش ہوا آپ کے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 1، صفحہ 340)

مفتی محمد شفیع دیوبندی خلیفہ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

"فرمایا کہ حیدر آباد دکن کی ٹکسال میں ایک انگریز افسر تھا اس نے مجھے ٹکسال کی سیر بڑے اکرام سے ساتھ تفصیل سے کرائی۔ میں نے اکثر اس کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا کہ آپ کے اخلاق تو ایسے اچھے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں"۔

(مجالس حکیم الامت، صفحہ 281)

ہندو کی تعظیم

مفتی محمد شفیع دیوبندی خلیفہ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر نے حضرت (تھانوی) سے ملاقات کیلئے مجلس میں آنے کی خواہش کی۔ حضرت نے اجازت دے دی اور جب وہ آئے تو خود تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے مگر اہلِ مجلس کو حکم دیا کہ وہ سب بیٹھے رہیں۔ جب وہ چلے گئے تو فرمایا کہ میں تو اس لئے کھڑا ہوا کہ وہ میرے مہمان تھے۔ مہمان کا اکرام مأمور بہ ہے۔

(مجالس حکیم الامت، صفحہ 239)

انگریز کا شکریہ کا خط

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"ایک انگریز کلکٹر کا میرے پاس خط آیا جس میں تحریکات سے علیحدگی پر شکریہ ادا کیا تھا"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 7، صفحہ 39)

انگریز کی طرفداری

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"ایک انگریز حاکم نے جو مجلس میں موجود تھا لکھا تھا کہ ایسا شخص کیا فساد کر سکتا ہے جو اس قدر کمزور ہے کہ دو شخصوں نے ہاتھ پکڑ کر موٹر میں بٹھلایا۔۔۔فساد کا قصہ یہ ہے کہ مخالفین نے ایک درخواست حاکم کے یہاں دیدی تھی کہ یہ شخص اگر وعظ کہیگا تو اندیشہ فساد کا ہے اس انگریز نے کہا تھا وعظ سننے کے بعد کہ جو لوگ ایسے وعظ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بدقسمت ہیں"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 2، صفحہ 141)

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

ایک صاحب کا جن پر گورنمنٹ کے خلاف کسی تقریر پر مقدمہ قائم تھا کراچی میں جج کے اجلاس میں بیان ہوا جب سزا کا حکم ہوا تو ان بزرگ نے میرے ایک فتویٰ کا حوالہ دے کر کہا کہ اس نے بھی تو یہی فتویٰ دیا ہے اس پر مقدمہ کیوں نہیں کیا۔ جج نے

انگریز کے ایجنٹ کون؟

جواب دیا کہ ان کی نیت فتوے سے احکام مذہبی کا ظاہر کرنا ہے اور تمہاری نیت ضرر پہچانا ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 5، صفحہ 196)

ہر چیز سے ڈرتا ہوں

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"میرے متعلق یہ کہنا کہ گورنمنٹ سے ڈرتا ہے بھائی میں تو سانپ سے بھی ڈرتا ہوں بچھو سے بھی ڈرتا ہوں حتیٰ کہ بھڑ مچھر اور پسو سے بھی ڈرتا ہوں جتنی چیزیں موذی ہیں سب سے ڈرتا ہوں تو حکام کی زد سے نہ ڈرنے کے کیا معنیٰ"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 2، صفحہ 176)

☆(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 4، صفحہ 20)

کلکٹر پر رعب ودبدبہ

مفتی محمد شفیع دیوبندی خلیفہ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ مظفر نگر کا کلکٹر تھانہ بھون آیا تھا۔ بلا اطلاع خانقاہ کے دروازے تک آیا حضرت کو اطلاع دی تو حضرت اُٹھکر دروازہ پر تشریف لیگئے۔ کھڑے کھڑے بات کی مدرسہ کا مختصر حال پوچھا وہ بتلادیا۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ اگر آپ بیٹھیں تو آپکے لئے کرسی منگادوں گا مگر اس نے کہا کہ اسوقت فرصت نہیں۔ پھر دروازہ ہی سے واپس ہوگیا۔ اور واپسی پر اپنے ساتھ کے لوگوں سے کہا کہ واقعی بزرگ آدمی ہیں مجھ پر اُن کی خاص ہیبت اور رعب طاری ہوگیا"۔

(مجالس حکیم الامت، صفحہ 352)

بغاوت کا الزام

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

”زمانہ غدر میں جب بعض بزرگوں پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تو ایک بزرگ گرفتار کر لئے گئے اور اجلاس پر ان حضرات کا بیان لیا گیا حاکم نے دریافت کیا کہ آپ لڑے فرمایا کہ میرے تو کبھی باپ دادا بھی نہیں لڑے دریافت کیا کہ آپ نے گورنمنٹ کے خلاف ہتھیار اٹھائے حضرت نے تسبیح دکھلادی کہ ہمارا ہتھیار تو یہ ہے دریافت کیا کہ تم نے فساد کیا فرمایا کہ مسلمان فساد نہیں کر سکتا ان حضرت کو جیل میں رکھا گیا۔۔ایک بزرگ تین دن تک چھپے رہے پھر ظاہر ہوگئے کسی نے تحدید کی وجہ پوچھی فرمایا کہ یہ حضور کی سنت تھی حضور تین دن غار ثور میں رہے“۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد2، صفحہ 295-296)

طمع کی حرص

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

”ایک جنٹلمین صاحب یہانپر آئے تھے مجھ سے کہا کہ تم تحریکات میں شریک کیوں نہیں ہوئے میں نے کہا کہ اس میں ایک کسر ہے کہا کیا میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی امیر المومنین نہیں کہا کہ ہم آپ ہی کو امیر المومنین بناتے ہیں میں نے کہا کہ میں بنتا ہوں مگر چند شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مشاہیر علماء اور لیڈر میرے امیر المومنین ہونے پر دستخط کر دیں اور ایک یہ کہ سب مسلمان اپنی تمام املاک میرے نام ہبہ کر دیں

خواہ وہ روپیہ ہو یا زیور ہو باغات ہوں یا جائیداد کیونکہ میں اگر مالک اموال کا نہ ہوا تو ہر کام کے لئے چندہ مانگنا پڑیگا سو میں بھیک مانگنے والا امیر المومنین نہیں بنونگا"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد3، صفحہ 33)

ہندوؤں کو تقویت

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"یہ جو آج کل ملک میں تحریک آزادی کی چل رہی ہے اس میں جو لوگ کام کرنے والے ہیں باستثناء بعض مخلصین کے اکثر کو کام کرنا مقصود نہیں محض نام چاہتے ہیں چاہتے یہ ہیں کہ ہم تو کرسی صدارت پر بیٹھے رہیں اور دوسرے جانیں دیتے رہیں اور میرا ان تحریکات سے جدا رہنا علاوہ عدم انطباق اصول شرعی کے ایک اس سبب سے بھی ہے کہ کس کے بھروسہ کام کرے لوگ خود تو جان بچاتے ہیں دوسروں کو پھنساتے ہیں۔۔۔ان بزرگوں نے لوگوں کو حکومت ہندوستان سے ہجرت کرائی اور خود یہیں جلوہ گر رہے اور سوال کرنے پر کہتے اگر ہم بھی چلے جائیں گے تو ہجرت کون کرائے گا موپلوں کو اشتعال دلا کر فنا اور تباہ و برباد کرا دیا"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد5، صفحہ 243)

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"زیادہ تر دھوکہ عوام مسلمانون کو ان لیڈرون کی وجہ سے ہوا۔ یہ ناعاقبت اندیش مسلمانون کے ایمان کو تباہ اور برباد کر دیا۔ دیکھ لیجئے مشاہدات اور واقعات اسکے شاہد ہین جے کے نعرے لگائے قشقے پیشانی پر لگائے ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا ان کے

انگریز کے ایجنٹ کون؟

مذہبی تہواروں کا انتظام مسلمان و النیٹریوں نے کیا یہ تو ایمانی کا نقصان ہوا۔ اور جانی نقصان سنئے۔ ہزارون مسلمان ان قصوں کی بدولت موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ ہجرت کرائی ہزارون مسلمان بے خانماں ہوگئے۔ مکان جائداد غارت ہو گئیں بڑی بڑی ملازمتیں چھوڑدیں۔ موپلوں کی قوم کو تباہ کرادینے کا ان ہی کا کام تھا"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 6، صفحہ 78)

لفٹنٹ گورنر کا ملاقات کرنا

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"ایک مرتبہ لفٹنٹ گورنر زیارت کو آئے۔ پہلے اپنے آنے کی اطلاع دیدی تھی۔ اطلاع ہونے پر فرمایا کہ کیون آرہاہے۔ پھر فرمایا میان اُسکو بٹھلائین گے کہان۔ ہمارے یہان تو چاندی سونکی کرسی بھی نہین۔ لوگون نے عرض کی کہ حضرت لکڑی ہی کی کرسی پر بیٹھ جاوینگے فرمایا اچھا۔ غرض وہ آپہونچا۔ حضرت کو اُسکے آنے کی اطلاع دی گئی کہ لفٹنٹ گورنر آگئے ہین حضرت اسوقت ایک گھری چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے فرمایا کہ بلالو بلایا گیا اُسنے حاضر ہوکر سلام کیا۔ آپ اُٹھکر بیٹھ گئے۔ لفٹنٹ گورنر نے آپ کے قوی کا حال پوچھا فرمایا بہت اچھے ہین گورنر نے تبرک مانگا۔ خادم سے فرمایا کہ ارے بھائی دیکھو اگر کسی برتن مین کسی مٹھائی کا کچھ چورا وغیرہ ہو دیدو۔ خادم نے ایک مٹی کے برتین مین سے مٹھائی کا چورا لاکر لفٹنٹ گورنر کے سامنے کیا اُسنے نہایت احترام کی ساتھ لیا۔ گورنر نے عرض کیا کچھ نصیحت کیجئے فرمایا انصاف کرنا ظلم نہ کرنا۔ لفٹنٹ گورنر سلام کرکے واپس ہوگیا"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 8، صفحہ 47)

مخالفت کا اقرار

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"ہم انگریزوں کے نہ معتقد نہ محب اپنی مصلحت کی وجہ سے مخالفت مناسب نہیں سمجھتے۔۔۔بعض بد فہم بد عقل مسلمان مجھکو بد نام کرتے ہین کہ انگریزوں سے تعلق ہے۔ارے عقل کے دشمنوں انگریزوں سے کیا تعلق ہوتا تمسے تعلق ہے۔میں نے جو اپنا مسلک اور مشرب عدم مخالفت پر رکھا اُسمیں اپنی قوم کی حفاظت کی اپنے دین کی حفاظت کی"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد8، صفحہ 250)

ہندو کا مزاج پرسی کے لئے آنا

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"قصبہ کا ایک پڑھا لکھا ہندو بھی مزاج پرسی کو آیا تھا حضرت ۔۔۔نے فرمایا کہ آپ نے خود کیوں تکلیف کی کسی سے حال دریافت کرالیتے پھر فرمایا کہ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ ہر طبقہ کے لوگوں کو محبت ہے۔پھر جب سب رخصت ہونے لگے اور وہ ہندو بھی کچھ فاصلہ پر چلا گیا تو پاس والوں سے چپکے سے فرمایا کہ میں نے جو یہ کہا کہ ہر طبقہ کے لوگوں کو محبت ہے اس سے میرا یہ مطلب تھا کہ کافروں تک کو بھی محبت ہے لیکن کافر کا لفظ اُسکے سامنے استعمال کرنا تہذیب کے خلاف تھا اسلئے میں نے یہ عنوان اختیار کیا"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد9، صفحہ 258)

جہاد نہیں کہہ سکتے

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں۔

"مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔"نیت کا حال تو خدا ہی جانتا ہے بظاہر تو اُس (جنگ آزادی 1857ء) کو جہاد کا درجہ نہیں دیا جاسکتا"۔

(مولانا محمد احسن نانوتوی، صفحہ 54، بحوالہ برطانوی مظالم کی کہانی، صفحہ 133-134)

حکومت کی طرف سے روپیہ

مولوی شبیر احمد عثمانی کہتے ہیں۔

"حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔۔۔ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو (٦٠٠) روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے"۔

(مکالمۃ الصدرین، صفحہ 9، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 376)

انگریز کے ایجنٹ
کون؟

اکابرین جماعت

وہابیہ و دیوبندیہ

چند مختلف واقعات

عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ
ز دیوبند حسین احمد چہ بوالعجبی است
سرود بر سر ممبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد ﷺ عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

شیخ الہند کے استقبال میں نعرے

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی ۔۔۔ہی کو دیکھہ لیجئے۔ فلان مولوی صاحب راوی ہین وہ اس وقت وہانپر موجود تھے ۔ اپنے کانوں کی سنی ہوئی اور آنکھون کی دیکھی ہوئی بات بیان کرتے تھے کہ جسوقت حضرت مولانا مالٹا سے تشریف لائے تو بمبئ کی بندر گاہ پر استقبالی گروہ بہت زیادہ تعداد مین تھا۔ حضرت مولانا دیوبندی ۔۔۔اور وہ مولوی صاحب ایک موٹر مین تھے اور بعض مسلمان لیڈر بھی موجود تھے ۔ جسوقت حضرت کا موٹر چلا تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ اُسکے بعد گاندھی کی جے مولوی محمود حسن صاحب کی جے کے نعرے بلند ہوئے"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد8، صفحہ 266)

انگریز کے نمک خوار

مولانا حسین احمد ٹانڈوی کانگریسی لکھتے ہیں۔

"اسی طرح مولانا محمود الحسن صاحب کو انگریز کے زیر حکومت پرورش کرایا گیا حضرت کے والد ماجد انگریزی ملازم تھے"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 472)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

ٹانڈوی صاحب کو تسلیم ہے کہ ان کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو انگریزی حکومت کے زیر پرورش کیا گیا کیونکہ ان کے والد انگریز کے ملازم تھے۔ جو انگریزوں کے سائے تلے پلے بڑھے وہ قوم کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔ وہ تو انگریزوں کا ہی وفادار بنے گا۔ یقین نہ آئے تو ملاحظہ کیجئے۔

عبدالرشید ارشد محمود الحسن کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مالٹا کی اسارت گاہ میں بڑے بڑے فوجی اور ملکی آفیسر انگریز آتے تھے۔ تو حضرت شیخ الہند کو دور سے دیکھ کر ہیٹ (انگریزی ٹوپی) اتار کر سلام کرتے تھے اور باادب کھڑے ہو کر گفتگو کرتے تھے۔ حضرت شیخ الہند کھڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ بسا اوقات اپنے ترجمہ قرآن کے لکھنے میں مصروف رہتے۔ مگر یہ فوجی اور ملکی بڑے بڑے آفیسر آکر باادب کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ کی مصروفیتوں کو نہایت ادب سے دیکھتے رہتے تھے۔ حالانکہ معمولی گورا بھی بڑے بڑے گورنمنٹ پرستوں، ہندوستانی نوابوں اور راجاؤں کی ادنیٰ درجہ کی تعظیم و تکریم عمل میں نہیں لاتا تھا"۔

(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 281)

مزید لکھتے ہیں۔

"عبدالرشید ارشد صاحب نے محمود الحسن صاحب کی اختتامی تحریر جو دہلی کے آخری اجلاس میں پڑھی گئی اس کے چند جملے بلفظہٖ نقل کئے ہیں لکھتے ہیں کہ کچھ شبہ نہیں کہ اختتامی تحریر جو آخری اجلاس میں پڑھی گئی اور ہندوستان کے سب سے زیادہ کثیر تعداد قوم (ہنود) کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے مقاصد کے حصول میں موید بنا دیا ہے اور میں ان دونوں قوموں کے اتفاق و اتحاد کو بہت ہی مفید اور نتیجہ خیز

سمجھتا ہوں اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوشش اس کے لیے فریقین کے عمائد نے کی ہے اور کر رہے ہیں۔ اس کے لیے میرے دل میں بہت قدر ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ صورت حالات اگراس کے مخالف ہوگی۔ تو وہ اور ہندوستان کی آزادی کو ہمیشہ کے لیے ناممکن بنادے گی۔ ادھر دفتری حکومت کا آہنی پنجہ روز بروز اپنی گرفت کو سخت کرتا جائے گا۔ اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دھندلا سا نقشہ باقی رہ گیا ہے۔ تو وہ بھی ہماری بداعمالیوں سے حرفِ غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ کر رہے گا۔ اس لیے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر تینوں عنصر اگر صلح وآشتی سے رہیں گے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم خواہ وہ کتنی ہی بڑی طاقت ور ہو۔ ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبر واستبداد سے دبا نہ سکے گی"۔

(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 291)

اور لکھتے ہیں۔

"اگر فرض کرو ہندو مسلمان کے برتن سے پانی نہ پیئے۔ یا مسلمان ہندو کی ارتھی کو کندھا نہ دے تو یہ ان دونوں کے لیے مہلک نہیں۔ البتہ دونوں کی وہ حریفانہ جنگ آزمائی اور ایک دُوسرے کو ضرر پہنچانے اور نیچا دکھانے کی وہ کوششیں جو انگریزوں کی نظروں میں دونوں قوموں کا اعتبار ساقط کرتی ہیں اتفاق کے حق میں سمِّ قاتل ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میرے اس مختصر مشورہ ک سرسری نہ سمجھ کر ان باتوں کا عملی انسداد کریں گے"۔

(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 281)

محبت ہو تو ایسی ہو

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"انگریزوں کے مقابلہ میں جو لوگ لڑ رہے تھے، ان میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ بھی تھے۔ اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لے کر جو باغیوں (جنگ آزادی کے مجاہدوں) کی فوج کی افسری کر رہے تھے کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔ نواب صاحب ہی دوسرے واقعہ کا ذکر بھی فرماتے تھے کہ غدر کے بعد جب گنج مرادآباد کی ویران مسجد میں حضرت مولٰنا جاکر مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستہ سے جس کے کنارے مسجد ہے کسی وجہ سے انگریزی فوج گذر رہی تھی، مولٰنا مسجد سے دیکھ رہے تھے، اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے جو باگ دوڑ کھونٹے وغیرہ گھوڑے کا لئے ہوئے تھا اس سے باتیں کرکے پھر مسجد واپس آگئے، اب یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود بخود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضر تھے میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے"۔

(حاشیہ سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد2، صفحہ 103)

آگے سنیئے۔

" باقی خود خضر کا مطلب کیا ہے؟ نصرت حق کی مثالی شکل تھی جو اس نام سے ظاہر ہوتی ہے تفصیل کیلیئے شاہ ولی اللہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیئے گویا جو کچھ دیکھا جارہا تھا۔ اسی کے باطنی پہلو کا کا یہ مکاشفہ تھا"۔

(حاشیہ سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد2، صفحہ 103)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

ملاحظہ کیجئے کہ جب بھی کوئی ایسا واقعہ رونما ہو تو یہ لوگ اپنی پارسائی کا ڈھونڈرا پیٹنا شروع کردیتے ہیں کبھی خواب کے سائے تلے اور کبھی کشف و مشاہدہ کے ذریعے تاکہ عوام کے دلوں میں ان کے جبہ و دستار کی دھاک بیٹھی رہے۔اب اسی واقعے کو دیکھ لیجئے کہ انگریزوں سے لڑتے ہوئے اچانک خضر (علیہ السلام) کو دیکھا۔ وہ بھی انگریزوں کی فوج کے ساتھ اور بھاگتے ہوئے کہتے جارہے ہیں کہ انگریزوں سے لڑنے کا کیا فائدہ۔ اصل میں اس واقعے کو بتانے کا مقصد یہ ظاہر کرتا ہے کہ تحریک آزادی کے مجاہدین کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد و اعانت نہیں تھی بلکہ انگریزوں کے ساتھ تھی کیونکہ خضر (علیہ السلام) مسلمانوں کی جماعت کے بجائے انگریزوں کی جماعت کا ساتھ دے رہے تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ظاہر ہے کہ ایسے من گھڑت واقعات انگریز کے پروردہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

تحریک آزادی سے لاتعلقی

مولانا سید مناظر احسن گیلانی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

"اسی دوران میں 57ء کا ہنگامہ پیش آیا۔ جب تک اس ہنگامہ کی صورت ایک غدر اور بلوہ کی رہی۔ ان بزرگوں کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا"۔

(سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد2، صفحہ 112)

دیکھ لیجئے کہ گیلانی صاحب صاف صاف لفظوں میں بیان کر رہے ہیں کہ غدر (تحریک آزادی) سے ان لوگوں کو کوئی تعلق نہیں۔ اب تاریخ ایسی گھڑی جارہی ہے کہ تحریک آزادی کا سارا کریڈٹ ہی ان کو دیا جارہا ہے۔

تحریک آزادی کے مجاہدین سے جنگ

غلام رسول مہر صاحب لکھتے ہیں۔

مولانا عاشق الٰہی کے بیان کے مطابق ایک مرتبہ حاجی صاحب، مولانا رشید احمد صاحب (گنگوہی)، مولانا قاسم (نانوتوی) اور حافظ ضامن کا ایک مقابلہ بندوقچیوں سے ہو گیا۔

"یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پر جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہو گیا اللہ رے شجاعت و جواں مردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتّا پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے، وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلوار لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے۔ گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔ چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن۔۔۔زیرِ ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے"۔

(1857ء کے مجاہد، صفحہ 253) ☆(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 119)

جناب غلام رسول مہر مذکورہ بالا مضمون کی توجیہی پیش کرتے ہوئے بڑے منطقی انداز سے لکھتے ہیں۔اس کو اگر علماء پرستی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

"مبادا "سرکار کے باغیوں" کے الفاظ سے غلط فہمی پیدا ہو، یہاں "سرکار" سے مراد خود حضرت حاجیؒ صاحب ہیں اور مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو انگریزوں کے طرف دار ہو کر آئے تھے۔ لیکن "سرکار" کا لفظ ایسے طریق پر استعمال کیا کہ بہ ظاہر اس سے حکومت مراد لی جاسکتی ہے۔ کتاب "تذکرۃ الرشید" ایسے زمانے اور ایسے حالات میں مرتب ہوئی تھی جب انگریزوں کا اقتدار اوج کمال پر پہنچا ہوا تھا اور نازک واقعات کی

ترتیب میں مرموز طریق و اسلوب سے کام لیے بغیر چارہ نہ تھا۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ میری رائے اور میرا تاثر ہے اور میں اسے قطعی طور پر صحیح سمجھتا ہوں، نہیں کہ سکتا کہ مصنف مرحوم کے پیشِ نظر کیا بات تھی؟۔

(1857ء کے مجاہد، صفحہ 254)

مہر صاحب کی غلط بیانی ملاحظہ کیجئے۔ جبکہ یہ حقیقت تذکرۃ الرشید میں عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں کہ :۔

"شروع 1273ھ 1859ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی گنگوہی۔۔۔ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک ہونے کی تہمت باندھی" ۔

(تذکرۃ الرشید، جلد 1 صفحہ 73)

اس حقیقت کے بعد مہر صاحب کی عبارت کو پھر ملاحظہ کیجئے اور ان حضرات کی علماء پرستی پر ماتم کیجئے کہ یہ لوگ کس طرح دن کے اُجالے میں تاریخ سے مذاق کر رہے ہیں۔

اب مہر صاحب سے کوئی پوچھے کہ جناب جب انگریز مسلمان علماء کرام کو سرِعام پھانسی پر چڑھا رہی تھی اور طرح طرح کی خوفناک اذیت دے کر شہید کیا جا رہا تھا۔ دیوبند کے علماء تو مزے کی نیند سو رہے تھے۔ بقول ان کے وانٹ گرفتاری بھی آ جاتے اور چھوڑ بھی دیئے جاتے۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ :۔

"مولانا محمد قاسم کے بھی وارنٹ جاری ہوئے تھے، وہ کچھ مدت گرفتار نہ ہوئے۔ پھر معاملہ رفع دفع ہو گیا"۔

(1857ء کے مجاہد، صفحہ 256)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

جبکہ سرکار سے مراد گونمنٹ انگلشیہ ہے۔ مندرجہ عبارت پڑھ لی لیجئے۔ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

حضرت والا (اشرف علی تھانوی) بلا جوابی ٹکٹ یا لفافہ کے جواب نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے عرض کی کہ وہ جواب کا منتظر ہوگا۔ بیرنگ بھیج دیا کیجئے۔ فرمایا کہ میں پہلے ایسا ہی کیا کرتا تھا۔ لیکن بعضوں نے واپس کر دیا تھا۔ پھر محصول مجھ کو اپنے پاس سے دینا پڑا جب یہ احتمال ہے تو میں کیوں نقصان برداشت کروں۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ اپنا نام نہ لکھا کیجئے۔ فرمایا کہ اس صورت میں اگر اس نے واپس کیا تو سرکار کا نقصان ہے۔ سرکار کا نقصان کرنا کہاں جائز ہے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ، صفحہ 570)

اس عبارت میں ''سرکار'' سے مراد گورنمنٹ انگلشیہ ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک گورنمنٹ انگلشیہ کا نقصان جائز نہیں تھا جبکہ یہ ہی وہ انگریز تھے جنہوں نے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ڈھائے وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ ایسے نمک حلال کیا جنگ آزادی میں حصہ لے کر گورنمنٹ کو نقصان پہنچا سکتے تھے؟۔ ہماری نہیں مانتے تو تذکرۃ الرشید کے مصنف کی ہی مان لیجئے۔ لکھتے ہیں۔

''ہر چند کہ یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے انکو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھیرا رکھا تھا اِسلئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی اسلئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے''۔

(تذکرۃ الرشید، جلد 1 صفحہ 79)

اب فیصلہ اپنے ضمیر سے طلب کیجئے۔ کہ وہ لوگ جو رات کے اندھیرے کو دن کا اُجالا کہہ کس طرح تاریخ سے کھلواڑ کر رہے ہیں اور اپنے روسیاہ و مکروہ چہروں چہروں کی بد نمائی کو تبدیل کرنے کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

حکومت برطانیہ سے بغاوت خلاف قانون

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں۔

"مئی ۱۸۵۷ء کو نماز جمعہ کے بعد، دیوبندی مولانا محمد احسن نانوتوی نے بریلی کی مسجد نور محلّہ میں مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اور اس میں بتایا کہ "حکومت برطانیہ سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے"۔ اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہوگئے۔ اگر شہر کوتوال شیخ بدرالدین کی فرمائش پر مولانا نانوتوی بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھے"۔

(مولانا محمد احسن نانوتوی، صفحہ 50-51، بحوالہ منزل کی تلاش، صفحہ 70)

شیخ اسد علی مولٰنا مولوی احسن نانوتوی کے والد سے کہا کرتے کہ :۔

"ایک تمہارا بیٹا ہے کہ مطبع نول کشور میں سو روپے (اس زمانہ میں) پا رہا ہے اور ایک ہمارا بیٹا ہے ک باہر سے کما کر تو کیا لاتا اور الٹا گھر سے خرچ کر رہا ہے"۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1 صفحہ 495)

عبدالرزاق ملیح آبادی لکھتے ہیں۔

"مولانا نذیر حسین نے چونکہ غدر میں مسز لیسن کی جان بچائی تھی اور اس لیے حکام سے ان کے تعلقات اچھے تھے۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر دہلی کے ذریعہ سے فارن آفس

میں سلسلہ جنبانی کی ۔جدے میں برٹش قونصل کے نام ایک سفارشی چٹھی بھجوائی، جس میں لکھا تھا کہ ان کی حفاظت کی جائے اور جو ضرورت انہیں پیش آئے، حتی الامکان اس میں پوری طرح مدد دی جائے"۔

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، صفحہ 63)

مولوی فضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔

"عین حالت غدر میں جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا، مسز لیسنس ایک زخمی میم کو میاں صاحب رات کے وقت اُٹھوا کر اپنے گھر لے آئے، پناہ دی، علاج کیا، کھانا دیتے رہے۔ اس وقت اگر ظالم باغیوں کو خبر بھی ہو جاتی تو آپ کے قتل اور خانماں بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ طُرّہ اس پر یہ تھا کہ پنجابی کٹرہ والی مسجد کو تغلبا باغی دخل کئے ہوئے تھے۔ اُسی میں اس میم کو چھپائے ہوئے تھے، مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ حویلی کے مکان میں کَے آدمی ہیں۔

تین مہینوں کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا، تب اس نیم جاں میم کو جو اَب بالکل تندرست و توانا تھی، انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے صلے میں مبلغ ایک ہزار تین سو روپیہ اور مندرجہ ذیل سارٹیفکٹیں ملیں"۔

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ 127، بحوالہ البریلوۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 393-394)

غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"یہ بھی صحیح ہے کہ میاں نذیر حسین مرحوم نے ایک زخمی انگریز عورت کو جو بے بس پڑی تھی، اُٹھا کر اپنے ہاں علاج کیا تھا، وہ تندرست ہو گئی اور اُسے اُس کی خواہش

کے مطابق دہلی کا محاصرہ کرنے والی انگریزی فوج کے کیمپ میں پہنچا دیا تھا، مگر اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا اور کہا تھا یہ میرا اسلامی فرض تھا"۔

(افادات مہر، صفحہ 236، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 394)

اور یہ ملاحظہ کریں۔

میاں (نذیر حسین) کو شمس العلماء کا خطاب گورنمنٹ انگلیشیہ کی طرف سے 23 جون 1897ء مطابق 21 محرم 1315ھ روز شنبہ کو ملا۔

(الدرالمنثور، صفحہ، صفحہ 2، بحوالہ حقائق، صفحہ 35)

حیرت کی بات ہے کہ گورنمنٹ جن آزادی کے متوالوں کو مار رہی تھی اُن پر ترس کھانے کی بجائے میاں صاحب انگریز میم کو بچا کر گورنمنٹ کے وفاداروں میں نام لکھوا رہے تھے اور ساتھ ساتھ وظیفہ بھی پا رہے تھے اور جن کو گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب دیا رہا تھا مگر مہر صاحب اپنے علماء پرستی میں اس قدر آگے نکل گئے دن کے اُجالے میں سفید جھوٹ بول کر کہہ رہے ہیں کہ اس کا صلہ نہیں لیا تھا جب میاں صاحب کو بقول فضل حسین بہاری کے بھاری مقدار میں معاوضہ ملا تھا۔اب آپ سمجھ جائیں کہ یہ لوگ کس قسم کی تاریخ گھڑ کر پھیلا رہے ہیں۔

حکومت کے انگریز ہی اہل

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ایک لیکچر میں کہتے ہیں۔

"1857ء کے غدر میں، میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے ہوں تو سمٹ کر تھوڑے دنوں کے لیے سمندر میں ہو رہیں۔ یہی باغیان ناعاقبت اندیش

انگریز کے ایجنٹ کون؟

بر خود غلط، جو عملداری کے تنزّل سے خوش ہین، چند روز میں عاجز آکر بہ منت انگریزوں کو منالائیں تو سہی۔ میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنتِ ہندوستان کے اہل ہیں"۔

(مولوی نذیر احمد،، صفحہ 156 مصنف افتخار احمد صدیقی، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 415-416)

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ان الفاظ میں تلقین کرتے ہیں۔

آخر ہم ہندوؤں میں رہتے، ان سے ملتے جلتے ہیں اور ان کے ساتھ راہ و رسم رکھتے ہیں، تو انگریزوں کے ساتھ بدرجۂ اولیٰ ہم کو دُنیاوی ارتباط رکھنا چاہیے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے، کیونکہ دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر نبھ نہیں سکتا۔

(مولوی نذیر احمد،، صفحہ 386، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 417)

دارالعلوم دیوبند

اور

دیکھو ذرا اپنی ہی آستینوں میں اپنی صورت
عکس خود بیں لیے انگریز کی غلامی والے

مدرسہ دیوبند میں لفٹننٹ کا آنا اور اکرام

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"ایک قصبہ کے رہنے والے نے میرے سامنے اعتراض کیا کہ جسوقت مدرسہ دیوبند مین لفٹنٹ گورنر آیا تھا اُس کی آمد پر ایسے ہی تکلفات کیئے گئے تھے حیرت کی بات ہے کہ ہم اگر علماء کا اکرام کرین وہ تو ناجائز اور انگریز کا اکرام جائز۔ مین نے کہا کہ ضیف کا جو اکرام ہوتا ہے اُس ضیف کی مذاق کی موافق ہوتا ہے وہان مہمان ایک انگریز تھا اُن کا مذاق یہی ہے وہ اسی کو اکرام سمجھتے ہین اور یہان مہمان علماء تھے ان کا یہ اکرام نہ تھا بلکہ اہانت تھی۔ میرا جواب سنکر وہ معترض کہنے لگے کہ خوب تاویل کی ہے۔ مین نے کہا خواہ تاویل ہی ہو مگر یہ دیکھ لو کہ معقول ہے یا نہین کہنے لگے کہ بات کے معقول ہونے مین تو کوئی شک وشبہ نہین۔ مین نے دل مین کہا کہ سوال بھی معقول ہے مگر تمہارا علماء پر اعتراض کرنا اپنے حد سے نکلنا ہے"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 8، صفحہ 177)

گلے میں ہڈی

مولوی مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"جب مدرسہ دیوبند قائم ہوا تو دیوبند کے تحصیلدار نے گورنمنٹ میں رپورٹ کی کہ یہ مدرسہ جہاد کی تعلیم کے لئے (اور بالفاظ دیگر گورنمنٹ کے خلاف بغاوت پھیلانے کے لئے) قائم ہوا ہے۔ یہ خبریں سنکر مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے عبداللہ شاہ صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ ایسی خبریں ہیں اس کا خیال رکھئے۔ شاہ جی اس فہمائش کے بعد کچھ عرصہ غائب رہے اور کچھ عرصہ کے بعد آکر ان حضرات سے ملے اور بہت ہنستے ہوئے ملے۔ غیر معمولی ہنسی اور فرحت کے لہجہ میں فرمایا خوب پڑھاؤ خوب پڑھاؤ خوب پڑھاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے طے کر لیا ہے یہ مدرسہ تو ہمیشہ رہیگا۔ ان خبروں کی کوئی پروانہ کرو اور مطمئن ہو کر پڑھاؤ"۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1 صفحہ 583-584)

ہم بتا آئے ہیں کہ اپنی بڑائی یا مدرسہ دیوبند کی پارسائی کی بات چلے تو فوراً کوئی واقع گھڑ لیا جاتا ہے مگر یہ کم فہم لوگ نہیں جانتے کہ جس مقصد کیلیئے واقعہ کو گھڑا گیا ہے کہیں وہی واقعہ گلے کی ہڈی نہ بن جائے۔ دیکھئے کہتے ہیں کہ جب تحصیلدار نے گورنمنٹ میں شکایت کی کہ مدرسہ دیوبند جہاد کے کیلیئے قائم ہوا ہے۔ پہلے تو اندرون خانہ میٹینگ ہوتی ہے اور میٹینگ میں فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ روپوش ہو جانا بہتر ہے۔ کچھ دن روپوشی کے بعد ہنستے ہوئے آئے اور کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے طے کر لیا ہے یہ مدرسہ ہمیشہ رہے گا ان خبروں کی پروانہ کرو۔ پہلے دیوبندی حضرات یہ فیصلہ کر لیں کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ خیر اس وقت ہمارا موضوع بحث یہ مسئلہ

نہیں۔جب تحصیلدار کی رپورٹ پر گورنمنٹ نے کوئی توجہ نہیں دی تو پتہ چلا کہ دیوبند مدرسہ گورنمنٹ کے خلاف کام نہیں کر رہا ہے۔دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہتے کہ افواہ اُڑانے والے تو افواہ اُڑاتے ہیں جب ہم نے ان تحریکوں میں حصہ ہی نہیں لیا تو گورنمنٹ سرکار ہمیں کیوں نقصان پہنچائے گی بلکہ ہم نے تو دامے درمے سخنے ان کی مدد کی ہے۔ یقین نہ آئے تو ذرا گورنمنٹ سے ان کا تعلق ملاحظہ کیجئے حقیقت خود ہی کھل کر سامنے آجائے گی۔

مدرسہ دیوبند کے لوگوں کے ساتھ انگریزوں کا تعلق کس درجہ میں تھا اس اندازہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب صاحب مہتمم کا بیان ملاحظہ کیجئے۔

"یا ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنز تھے جن کے بارہ میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی جوئی گنجائش ہی نہ تھی۔۔۔۔اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ (دیوبند) کی طرف سے صفائی پیش کی جو کارگر ہوئی"۔

(حاشیہ سوانح قاسمی، حصہ دوم، جلد 2 صفحہ 247)

انگریز کلکٹر کا مدرسہ دیوبند آنا

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں۔

(تھانوی صاحب نے) "ارشاد فرمایا کہ میری طالب علمی کے زمانے میں ایک انگریز کلکٹر مدرسہ دیوبند میں آنے والا تھا۔میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ اگر وہ چندہ دیں تو آپ قبول کر لیں گے؟ فرمایا۔ہاں۔میں نے عرض کیا کہ

انگریز کے ایجنٹ کون؟

پھر اس کو کہاں صرف کریں گے؟ فرمایا ہمارے پاس بہت سے ایسے مصارف ہیں ہم بھنگیوں کو تنخواہ میں دے دیں گے"۔

(مجالس حکیم الامت، صفحہ 188)

رشید احمد گنگوہی صاحب بھی غیر مسلم کے چندوں کے خواہاں ہیں اور تھانوی صاحب بھی۔ کیا کوئی اپنے دشمنوں کو چندہ دیا کرتا ہے جب کہ اُن کو بقول ان کے یہ معلوم ہے کہ ان لوگوں نے جنگ آزادئی میں حصہ لیا ہے۔ کیا اِنہیں حضرات کے قول و فعل سے حقیقت کھل کے سامنے نہیں آگئی۔

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"بگھرا ایک قصبہ ہے وہاں پر ایک جلسہ ہوا تھا علماء کے احترام کے لیے جلسہ گاہ کو سجایا گیا بلیو نپر کپڑا منڈھا گیا پنڈال بنایا گیا۔ اتفاق سے اُسی زمانہ میں مدرسہ دیوبند میں لاٹوس صاحب لفٹنٹ گورنر آئے تھے وہاں اُن کے لیے اسی قسم کا تکلف کیا گیا تھا"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 1، صفحہ 230-231)

مدرسہ دیوبند کے ایک سابق مہتمم مولانا محمد احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ان تمام اندرونی بیرونی صدمات و حوادث اور ان ناگوار واقعات کے بعد جو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی کامیابی و شہرت مدرسہ (دیوبند) کو حاصل ہوئی وہ سر جان ڈگس لاٹوش لفٹینینٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کا بغرض خاص معائنہ مدرسہ دیوبند آنا تھا۔۔۔ 6 جنوری یوم جمعہ کو ٹھیک دس بجے دن کے براہ ریل نزول اجلال کیا"۔

(روائید مدرسہ دیوبند 1322ھ، صفحہ 7، وحالات مولانا ذوالفقار علی دیوبندی ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی، ستمبر 1960ء، صفحہ 35، بحوالہ عجائب دیوبند، صفحہ 28)

"ایک مرتبہ صوبہ متحدہ کے گورنر جیمز مسٹن نے دارالعلوم (دیوبند) کا معائنہ کیا"۔

(مصدقہ قاری محمد طیب قاسم مہتمم دیوبند تاریخ دارالعلوم دیوبند، صفحہ 289، جلد2، بحوالہ عجائب دیوبند، صفحہ 29)

مدرسہ دیوبند خلاف سرکار نہیں

ایک دیوبندی فاضل نے مولانا محمد احسن نانوتوی کے نام سے موصوف کی سوانح حیات لکھی ہے جسے مکتبہ عثمانیہ کراچی پاکستان نے شائع کیا ہے۔ اپنی کتاب میں مصنف نے اخبار "انجمن" پنجاب لاہور مجریہ 19فروری 1875ء کے حوالے سے لکھا کہ 13 جنوری 1875ء بروز یک شنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمٰی پامر نے مدرسۂ دیوبند کا معائنہ کیا۔ معائنہ کی جو عبارت موصوف نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اس کی یہ چند سطریں خاص طور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ میں ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے۔ وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔" یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے"۔

(مولانا محمد احسن نانوتوی، صفحہ 217، بحوالہ زلزلہ، صفحہ 40-41)

مدرسہ دیوبند کا صد سالہ جشن اور اندرا گاندھی کی شرکت

انگریز کے ایجنٹ کون؟

"کانگریس کی حمایت کے مرکز اور مسلم لیگ و پاکستان کی مخالفت کے گڑھ "دارالعلوم دیوبند" کا 21، 22، 23 مارچ 1980ء کو (100) سوسالہ جشن منایا گیااوراس موقع پر اندرا گاندھی صاحبہ کی کانگریسی حکومت نے "جشن دیوبند" کو کامیاب بنانے کے لئے ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات و رسائل اور ریلوے وغیرہ کے تمام متعلقہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا بھارتی حکومت نے اس موقع پر ایک خصوصی ٹکٹ بھی جاری کیا جس پر مدرسہ دیوبند کی تصویر شائع کی گئی یہی نہیں بلکہ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے بنفس نفیس دیوبند کی (100) سالہ "تقریبات" میں شرکت کی اور اس کا باقاعدہ افتتاح کیا اور اپنے دیدار اور نسوانی اداؤں سے علمائے دیوبند کو مسحور کر دیا دیوبند کے اسٹیج پر تالیوں کی گونج میں، اپنے خطاب سے "جشن دیوبند" کو دوبالا کر دیا بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب کے نواسے اور مدرسہ دیوبند کے بزرگ مہتمم قاری طیب صاحب دیوبندی نے اپنی "مہمان دیوی" اندراگاندھی کو "عزت ماب وزیر اعظم" کہہ کر خیر مقدم کیا اس موقع پر اندراگاندھی نے علمائے دیوبند سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے "دارالعلوم دیوبند" کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے"۔

(مذکورہ بالا حقائق کی تفصیلات ملاحظہ کیجئے روئیداد جشن دیوبند1980ء، بحوالہ منزل کی تلاش، صفحہ 107-108)

روزنامہ "نوائے وقت" نے اپنی رپورٹ میں اس حوالہ سے لکھا ہے کہ:۔

"دارالعلوم دیوبند کی (100) سوسالہ تقریبات شروع ہو گئیں بھارت کی وزیر اعظم نے تقریبات کا افتتاح کیا"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 22مارچ 1980ء، بحوالہ منزل کی تلاش، صفحہ 108)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ:۔
ہندوستان کی وزیر اعظم نے اس موقع پر کہا کہ "دارالعلوم دیوبند نے ہندوستان میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان رواداری پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، 23 مارچ 1980ء، بحوالہ منزل کی تلاش، صفحہ 108)

روزنامہ "جنگ" کراچی کی ایک تصویر میں دیوبندی مولویوں کے جھرمٹ میں ایک بے پردہ منہ، ننگے سر، برہنہ بازو عورت کو تقریر کرتے ہوئے دکھایا گیا اور تصویر کے نیچے لکھا ہے۔
"مسز اندرا گاندھی نے دارالعلوم دیوبند کی (۱۰۰) سوسالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں"۔

(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، 13 اپریل 1980ء، بحوالہ منزل کی تلاش، صفحہ 108)

روزنامہ "امروز" لکھتا ہے کہ جشن دیوبند کے مندوبین حضرات نے واپسی پر بتایا کہ:۔
جشن دیوبند کی تقریبات پر بھارتی حکومت نے ڈیڑھ کوڑ روپے خرچ کئے اور ساٹھ لاکھ روپے دارالعلوم دیوبند نے اس مقصد کے لئے اکٹھے کئے۔

(روزنامہ "امروز" راولپنڈی، 27 مارچ 1980ء، بحوالہ منزل کی تلاش، صفحہ 108)

انگریز کے ایجنٹ
کون؟

انگریز کے ایجنٹ
کون؟

انگریز کے ایجنٹ
کون؟

انگریز اور ہندو دوستی

اے تن کے بڑے اُجلے مگر قلب کالے
اے دشمن اسلام اے انگریز کے پالے

عبدالرشید ارشد مولانا عبیداللہ سندھی کے باب میں لکھتے ہیں۔

"میں (مولانا سندھی) نے اپنے پروگرام میں عدم تشدد کو ضروری قرار دیا ہے۔اس میں مہاتما گاندھی کا ممنون ہوں۔ میں عدم تشدد کو اخلاقی اُصول مانتا تھا۔ لیکن اس بنا پولیٹیکل پروگرامکی تشکیل اور اس کی اہمیت میں نے گاندھی جی سے سیکھی ہے۔ گاندھی جی نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تعلیم یاد دلادی"۔

(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 408)

پھر عبدالرشید ارشد مولاناابوالکلام آزاد کے باب میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کی سیاست کے اس انقلابی دور میں حضرت مولانا کی پہلی ملاقات مہاتماگاندھی سے 18 جنوری 20ء کو دہلی میں ہوئی۔۔۔اور وہی دن تھاجب مولانااور گاندھی جی کے درمیان محبت اور خلوص کا ایسارشتہ قائم ہواجو گاندھی جی کے آخری دم تک قائم رہا۔ یہ پہلی ملاقات ہندوستان کی تاریخ میں اس لیے بھی بہت بڑی اہمیت رکھتی تھی کہ لیڈروں کے اس اجتماع میں پہلی مرتبہ مہاتماگاندھی کے اصولوں کو قبول کر لیا گیا"۔

(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 739)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

اس میں گاندھی کے لئے ''مہاتما'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ سے اس کا شرعی حکم دریافت کیا گیا تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

''گاندھی کو ''مہاتما'' کہنا اور اس کی فتح کے نعرہ لگانا شرعاً ناجائز و حرام ہے کہ ''مہاتما'' کے معنی ہیں ''روح اعظم'' اور روح کا اطلاق قرآن پاک میں ''جان'' پر بھی آیا ہے اور ''وحی'' پر بھی اور حضرت عیسٰی علیٰ نبینا و علیہ السلام کو بھی یہ لقب عطا ہوا ہے اور حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو بھی۔ پس ان معانی و القاب پر نظر کرتے ہوئے اس کے یہ معانی ہوں گے کہ ''تمام جانوں میں بڑی جان'' یا ''حق تبارک و تعالیٰ کی وحیوں میں بڑی وحی'' یا ''حضرت عیسٰی و حضرت جبرئیل علیٰ نبینا و علیہم السلام سے بلند مرتبہ''۔ اب مسلمان خو ہی غور کر لیں کہ جس لفظ کے یہ معانی ہوں اس کو ایسے شخص کے لئے (جس کو نصوص قطعیہ میں ذلیل سے ذلیل بتایا گیا ہو، کیونکر استعمال کیا جا سکتا ہے''۔

(فتاویٰ مظہری، صفحہ 328)

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔

''کئی علمائے دیوبند (مثلاً مولٰنا حسین احمد مدنی) انگریز دشمنی کے سیلاب میں بہہ کر کانگریس سے اِس طرح وابستہ ہوگئے کہ اپنی قوم سے رشتہ توڑ لیا''۔

(موج کوثر، صفحہ 206)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

”خصوص اُنپر زیادہ افسوس ہے کہ جو مسلمانوں کی رہبر اور مقتدا کہلاتے اور جنکے ہاتھ میں اُنکی نکیل ہے جو انکی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں جو انکے سیاہ اور سفید کے مالک ہیں وہ ان کے لیڈر ہیں لیکن ایسے لوگ کیا خاک رہبری کرینگے جب خود گم کردہ راہ ہیں تو دوسروں کو کیا راہ بتلائیں گے انہوں نے کافروں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر مسلمانوں کو پسوادیا۔ اور مسلمانوں ہی کو کیا خود بھی اُن چیزوں کا ارتکاب کیا جو ایمان اور دین کو خراب اور برباد کرنیوالی تھیں۔ جے کے نعرے لگائے۔ پیشانیوں پر قشقے لگائے۔ ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا۔ رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلمان والنٹیریوں نے کیا۔ بیہودہ اور کفریہ کلمات زبان سے بکے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو نبی ہوتا۔ کیا خرافات واہیات ہے“۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد6، صفحہ 218-219)

پھر لکھتے ہیں۔

”ادھر تو حکومت کے مقابلہ میں مسلمانوں کو آگے کر دیا۔ اُدھر بعض بد فہم اور بے سمجھ مسلمانوں کے جو راہبر تھے اُنکو بہلا پھسلا کر ہجرت کا سبق پڑھایا۔ ادھر شدھی کا مسئلہ جاری کرادیا غرضکہ ہر طرح پر مسلمانوں کے جان٘ ایمان٘ جائداد٘ مال٘ زر٘ زمین گھر۔ سب کا مالک اپنی قوم کو بنانا چاہتا تھا۔ یہ تھی اسلام اور مسلمانوں کیساتھ اسکی خیر خواہی اور ہمدردی لیکن یہ لیڈر نہ سمجھے اور نہ انکے ہم خیال مولوی“۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد6، صفحہ 219)

اور لکھتے ہیں۔

انگریز کے ایجنٹ کون؟

"دہلی میں جامع مسجد کے ممبر پر ایک کافر مذہبی شخص کو بٹھلا کر مسلمانوں کا مرکز بنایا اب یہ باتیں ان لوگوں کی فلاح اور بہبود کی ہیں۔ یا تباہ اور برباد کرنیکی۔ جو کوئی سمجھاتا ہے یا آگاہ کرتا ہے اُس کو دشمن قوم دشمن ملک۔ گورنمنٹ سے ساز باز رکھنے والا۔ سی۔آئی۔ڈی سے تنخواہ پانے والا۔ دشمن اسلام۔ فاسق فاجر القاب سے یاد کیا گیا"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد6، صفحہ 221)

تھانوی صاحب کا واویلا کرنا کیا کسی دوسری جماعت کے لیڈروں کے لئے ہے ؟ایسا ہر گز نہیں کیونکہ علماء اہلسنت تو انگریز اور ہندو دوستی کے قائل نہیں تھے جبکہ علماء دیوبند کی اکثریت اس کی قائل تھی تو تھانوی صاحب یہ جو نظارہ کشی کر کے رہیے ہیں تو یہ اُن کی اپنی ہی جماعت کے علماء ہیں جو انگریزوں اور ہندوؤں کو گود میں جا بیٹھے جیسا سبق پڑھایا گیا تھا اُسی پر عمل کیا پھر یہ واویلا کرنا کیوں؟۔

پروفیسر محمد مسعود احمد فرماتے ہیں۔

ندوۃ العلماء کے اجلاس لکھنؤ منعقدہ اپریل 1895ء میں جو طویل نظم پڑھی گئی اس میں ملکہ وکٹوریہ اور لیفٹننٹ گورنر لارڈ الگن کی مداح سرائی کی گئی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:۔

گورنمنٹ وکٹوریہ شاد بادا ولش خرم ملکش آباد بادا
فلک پر ہیں جب تک ستارے چٹکتے زمین پر ہیں جب تک جگنو چمکتے
گلستاں میں جب تک ہیں گُل مہکتے درختوں پہ جب تک ہیں طائر چہکتے
رہے گا لارڈ الگن کا اقبال یاور
مدارج ہوں لیفٹننٹ صاحب کے برتر

(گناہ بے گناہی، صفحہ 52)

سید احمد خان لکھتے ہیں۔

”انگلش گورنمنٹ خود اس فرقے کے لئے جو ”وہابی“ کہلاتا ہے ایک رحمت ہے جس آزادئ مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں رہتے ہیں دوسری جگہ میسر نہیں ہندوستان ان کے لئے دارالامن ہے“۔

(مقالات سرسید، صفحہ 189-212، بحوالہ ننگ دین ننگ وطن، صفحہ 150)

مولوی محمد حسین بٹالوی حکومت کے ”وہابی“ کی بجائے ”اہل حدیث“ نام الاٹ کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”فرقہ اہل حدیث، گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر دل عزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ وائسرائے لارڈ ڈفرن اور اپنے پیارے اور رحم دل فیاض لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور بعض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے (جو بشمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں) علی الخصوص احسان آزادی مذہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے بڑھ کر ایک خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھارہا ہے“۔

(اشاعۃ السنۃ، جلد 9، شمارہ 7، صفحہ 206، بحوالہ البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 311)

غیر مقلدین کے مولوی بسم اللہ خاں لکھتے ہیں۔

”ہم اس سرکار (انگلشیہ) کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ کیونکہ اپنے شعائر مذہبی آزدی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور کسی طرح ہمارے دین و مذہب میں خلل نہیں“۔

(اعلان دافع بہتان، صفحہ 9، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 371)

انگریز کے ایجنٹ کون؟

مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب۔۔۔ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت (برطانیہ) کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔

(مکالمۃ الصدرین، صفحہ 8، وہابی مذہب، صفحہ 377)

گونمنٹ برطانیہ

کے

ملازم کون؟

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر!
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے سے

مولانا محمد شفیع گنگوہی

مولوی حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں۔

"مولانا رشید احمد گنگوہی کے ماموں مولانا محمد شفیع صاحب گنگوہی جو کہ پنجاب میں عرصۂ دراز تک ملازم گورنمنٹ رہ چکے تھے"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 469)

مولانا فضل الرحمن

"علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد مولانا فضل الرحمان صاحب خاص ضلع بجنور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے"۔

(بیس بڑے مسلمان، صفحہ 545)

شبلی نعمانی

شیخ محمد اکرام مکاتیب شبلی حصہ اول ص 290 کا حوالہ دیتے ہیں۔

"میں (شبلی) مدت العمر کبھی انگریزی گورنمنٹ کا بدخواہ نہیں رہا۔ میرے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان یگانگت بڑھے اور ایک دوسرے کی

طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلی آتی ہیں، دور ہوں۔ چنانچہ اس پر میری تمام تصانیف شاہد ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ 1908ء میں الندوہ میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ سے یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً ہے اور اسی سال ندوہ کے سالانہ جلسے میں وفاداری کا ایک ریزولیوشن بھی پاس کروایا۔ پھر معاملہ مولوی عبدالکریم میں مجھے محض اس جرم پر کہ میں نے اپنے ضمیر کے مطابق ایک باغیانہ مضمون کی اشاعت بند کی اخبارات میں گالیاں سننا پڑیں"۔

(موج کوثر، صفحہ 223-224)

مولانا مملوک العلی نانوتوی

مولوی مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"سنہ بارہ سو ستاون ہجری میں حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب اور جناب مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی نے کہ دونوں نواسے اور جانشین مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تھے اچانک ارادہ ہجرت کا کیا ذی قعدہ میں شاید روانہ ہوگئے دہلی میں اندھیر ہو گیا اور آپ صاحبوں کے ساتھ ایک بہت بڑا قافلہ عرب کو روانہ ہوا یہ دیکھ کر حضرت والد (مملوک العلی نانوتوی) مرحوم کو بھی حج کا دھیان ہوا خفیہ تدبیر رخصت اور سامان سفر کرتے رہے آخر جب رخصت ایک سال کی مل گئی اور سرکار (گورنمنٹ انگلشیہ) نے براہ قدردانی آدھی تنخواہ بھی دی"۔

(حاشیہ سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد1، صفحہ 27)

آگے لکھتے ہیں۔

مولٰنا مملوک العلی صاحب جو کہ مولٰنا محمد یعقوب کے والد اور مولانا رشید احمد و مولانا محمد قاسم صاحب کے استاد ہیں، دہلی میں دارالبقاء سرکاری مدرسہ تھا، اس میں ملازم تھے۔

(سوانح قاسمی، حصہ اول، جلد 1، صفحہ 223)

سرسید احمد خان

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

"سرسید کا ایک واقعہ عجیب و غریب ہے ایک شخص انگریزی تعلیم یافتہ ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے پریشان تھے کیا سوجھی کہ ایک بہت بڑے افیسر انگریز کے پاس پہنچے اور کہا کہ میں سرسید کا داماد ہوں مجھ کو ملازمت کی ضرورت ہے وہ انگریز بہت ہی خاطر سے پیش آیا اور کہا کہ آپ ٹھہریں اُن کو ٹھہرا کر اُن کی لاعلمی میں ایک تار سرسید کو دیا کہ فلاں شخص اس نام کا ہمارے پاس ملازمت کے خیال سے آیا ہے اور اپنے کو آپ کا داماد کہتا ہے کیا یہ واقعہ صحیح ہے جواب میں سرسید نے اُس انگریز کو لکھا کہ بالکل صحیح ہے ضرور آپ ملازمت کی کوشش فرماویں۔ میں ممنون ہوں گا اُس شخص کو ملازمت مل گئی"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 1، صفحہ 166)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

سرسید کے صاحبزادے بھی انگریزی گورنمنٹ کے ملازم تھے۔

"سرسید احمد کا لڑکا حامد سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا"۔

(جدید ملفوظات، صفحہ 433)

مولانا ذوالفقار علی

مولوی حسین احمد ٹانڈوی کانگریسی لکھتے ہیں۔

"مولانا محمود الحسن کے والد مولانا ذوالفقار علی 1851ء کے ابتداء میں بعہدۂ ڈپٹی انسپکٹر مدارس بانس بریلی میں ملازم تھے"۔

(نقش حیات کامل، جلد اول، صفحہ 153 ☆اکابر علماء دیوبند، صفحہ 29 ☆موج کوثر، صفحہ 207)

یہی مولوی حسین احمد ٹانڈوی کانگریسی لکھتے ہیں۔

"اسی طرح مولانا محمود الحسن صاحب کو انگریز کے زیر حکومت پرورش کرایا گیا حضرت کے والد ماجد انگریزی ملازم تھے"۔

(نقش حیات کامل، جلد دوم، صفحہ 472)

مولانا محمد یعقوب نانوتوی

مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں۔

"مولانا محمد یعقوب نانوتوی ڈپٹی انسپکٹر ضلع سہارنپور ہوئے"۔

(اکابر علماء دیوبند، صفحہ 26 ☆ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد2، صفحہ 296)

اکبر علی

تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

"بھائی اکبر علی مرحوم سرکاری ملازم تھے"۔

(ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد8، صفحہ 34)

مولانا فضل الرحمن عثمانی

مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں۔

"مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کے والد مولانا فضل الرحمٰن عثمانی سرکاری مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر رہے"۔

(اکابر علماء دیوبند، صفحہ 94،54)

یہ چند حقائق آپ نے ملاحظہ کئے آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں یہ لوگ کیسے رنگ برنگے ہیں اور بھانت بھانت کی بولیاں بول کر اپنے اکابر کے بدنما کرتوں کو یا یوں سمجھ لو کہ گناہوں کو نیکیوں میں پیش کر کے عوام سے دھوکہ وفریب کا ڈرام رچا رہے ہیں۔اس عرض کے ساتھ کہ محتاط رہیے اور دیکھئے کہ کہیں انجانے میں آپ ان کے جبہ ودستار کے دلفریب جال میں قید تو نہیں۔فیصلہ آپ خود کیجئے۔اللہ عزوجل ہمیں عقل سلیم عطاء فرمائے۔آمین

ہے منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیر کارواں بھی ہے اک شخص گم کردہ راہوں میں

کتابیات

نمبر شمار	عنوانات
1	فتاویٰ مظہری، مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی
2	زیر وزبر، علامہ ارشد القادری، رومی پبلیکیشنز، لاہور
3	گناہ بے گناہی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ادارۂ مسعودیہ، کراچی
4	سوانح قاسمی، جلد اول، حصہ اول، مولانا مناظر احسن گیلانی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
5	سوانح قاسمی، جلد دوم، حصہ دوم، مولانا مناظر احسن گیلانی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
6	ننگِ دین ننگِ وطن، پروفیسر فیاض کاوش، برکاتی پبلشرز، کراچی
7	جدید ملفوظات، مولانا اشرف علی تھانوی، دارالاشاعت، کراچی
8	ارواحِ ثلٰثہ یعنی حکایات اولیاء، مولانا اشرف علی تھانوی، دارالاشاعت، کراچی
9	۱۸۵۷ء کے مجاہد، غلام رسول مہر، غلام علی پرنٹرز، لاہور
10	احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن، مولانا مناظر احسن گیلانی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
11	ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ، ازافادات مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
12	مجالس حکیم الامت، مولانا مفتی محمد شفیع، دارالاشاعت، کراچی
13	نقش حیات کامل، مولانا حسین احمد مدنی، دارالاشاعت، کراچی
14	تذکرۃ الرشید، مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی، ادارہ اسلامیات، لاہور
15	بیس بڑے مسلمان، عبدالرشید ارشد، مکتبہ رشیدہ، لاہور
16	سید احمد شہید، غلام رسول مہر، غلام علی پرنٹرز، اشرفیہ پارک، لاہور
17	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 1، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
18	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 2، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
19	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد 3، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

نمبر شمار	عنوانات
20	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد4 ، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
21	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد5 ، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
22	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد6 ، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
23	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد7 ، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
24	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد8 ، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
25	ملفوظات حکیم الامت المعروف الافاضات الیومیہ، جلد9 ، مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
26	اکابر علماء دیوبند، مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، ادارہ اسلامیات، لاہور
27	آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، عبدالرزاق ملیح آبادی، مکتبہ خلیل، لاہور
28	حیات طیبہ، مرزا حیرت دہلوی، اسلامی اکادمی، لاہور
29	دعوت وعزیمت، حصہ ششم، سید احمد شہید، جلد اول، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی
30	موج کوثر، شیخ محمد اکرام، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
31	سید احمد شہید، غلام رسول مہر، غلام علی پرنٹرز اشرفیہ پارک، لاہور
32	زلزلہ، علامہ ارشد القادری، مکتبہ رضویہ، کراچی
33	حقائق، علامہ کوکب نورانی اکاڑوی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
34	عجائب دیوبند، علامہ مفتی غلام محمد خان قادری، مجلس اتحاد اسلامی، کراچی
35	البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، رضا دارالاشاعت، لاہور

نمبر شمار	عنوانات
36	برطانوی مظالم کی کہانی، علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، فرید بک سٹال، لاہور
37	منزل کی تلاش، محمد نجم مصطفائی، ناشر اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ
38	حقائقِ تحریک بالاکوٹ، علامہ شاہ حسین گردیزی، مجلس اتحاد اسلامی، کراچی
39	وہابی مذہب، مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ
40	فتاویٰ رشیدیہ کامل، مولانا رشید احمد گنگوہی، مطبع۔آر۔آئی پرنٹرز کراچی

غیر مطبوعہ کتب

- ایک حدیث تین باتیں
- ایک حدیث ایک بات تین تاکید
- درود شریف
- حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- پیدائش مولیٰ کی دھوم
- میلاد قرآن و حدیث کی روشنی میں
- میلاد النبی ﷺ کا ثبوت
- بے مثل ولازوال محبت
- شان عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم
- عقائد امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
- ایمان کی بنیاد
- اصلی چہرے
- انگریز کے ایجنٹ کون؟
- ننگے سر نماز
- پاکستان کے مخالف علماء
- حکیم الامت کی فحش باتیں
- زمین ساکن ہے
- بے ادبیاں اور گستاخیاں
- راہ ہدایت
- کیا جہاد قسطنطنیہ میں یزید شریک تھا؟
- نماز کی باتیں
- باطل اپنے آئینے میں
- تحریک پاکستان اور معارف رضا
- وہابی جہاد کی حقیقت
- وسیلہ کا ثبوت
- علماء دیوبند کا دوغلہ پن
- دیوبندی کرتوت کے چند نمونے
- حکیم الامت کے ڈھنگ نرالے
- جہاد یا فساد
- خوابوں کی کہانی
- ایک چہرہ دو روپ
- مشابہت
- تقویۃ الایمان کا جائزہ
- مودودیت کیا ہے؟
- شب برات ایک عظیم رات